

۲۶۹۵

غایۃ الامکان فی درایۃ المکان

ر حقیقتِ زمان و مکان پر بصیرت افروز رسالہ

تسویہ و ترجمہ
لطیف اللہ

تصنیف
عین القضاة ہمدانی
(م ۵۲۵)

مکتبہ ندیم

۲/۹ - ڈی - ۳ - ناظم آباد - کراچی

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

•



غایۃ الامکان فی درایتہ المکان

ر حقیقتِ زمان و مکان پر بصیرت افروز رسالہ

تسویہ و ترجمہ
لطیف اللہ



تصنیف
عین القضاة ہمدانی
(م ۵۲۵)

مکتبہ ندیم
۲۸ - ڈی - ۳ - ناظم آباد - کراچی

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں)

130524

اشاعت _____ اول
تعداد _____ ایک ہزار
ناشر _____ مکتبہ ندیم کراچی
طابع _____ احمد برادر س پریس۔ ناظم آباد، کراچی
کراچی ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

پتہ

مکتبہ ندیم $\frac{۲۸}{۹}$ - ڈی - ۳۰ - ناظم آباد کراچی

انتساب

میں اس تالیف کو حضرت اقدس مرشدی و مولائی
مولانا ڈاکٹر غلام محمد دامت فیوضہم و برکاتہم کی
ذات والا صفات سے معنون کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہے
حضرت والا کے فیض صحبت ہی کا ثمر ہے در نہ من آنم
کہ من دانم ۔

بیچ کارہ
لطیف اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

از محترم ڈاکٹر رضی الدین صدیقی سابق وائس چانسلر قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد
و حال سکریٹری جنرل پاکستان اکیڈمی آف سائنسز اسلام آباد

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلم علمائے علم و حکمت کے جن اہم اور
مہتمم بالشان مسلوں پر اظہار خیال کیا اور تفصیلی رسالے اور کتابچے تحریر کئے
ان میں زمان و مکان کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ اس سوال کی اہمیت کے متعلق
علامہ اقبال اپنے خطبات میں ارشاد فرماتے ہیں۔

” اسلامی تہذیب کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
خالص ذہنی مسائل ہوں یا مذہبی نفسیات یعنی تصوف کے
مسائل ہوں سب کا نصب العین اور مقصود یہی ہے کہ لائڈر
کو محدود کے اندر سمولیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جس تہذیب کا یہ
مطمح نظر ہو اس میں زمان و مکان کا سوال در حقیقت زندگی
اور موت کا سوال ہے۔“

(خطبات س ۱۸۳)

انہی علمی تحریروں میں پیش نظر رسالہ کہی ہے جو زمان و مکان سے متعلق

ہے اور جس کو جناب محمد لطیف اللہ صاحب نے ترتیب دے کر اپنے مقدمہ اور کتاب کے ترجمہ کے ساتھ لغرض اشاعت تیار کیا ہے۔ ساتھ ہی اس سلسلہ میں ایک بڑی دلچسپ حقیقت یہ سامنے آئی ہے کہ یہ کتاب جو تقریباً ۹۰۰ سال قبل لکھی گئی تھی حال حال تک اس کے نام اور مصنف کے متعلق علمی دنیا بڑی غلط فہمی کا شکار رہی۔ کہا جاتا تھا کہ اس کا نام "غایت الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان" اور اس کے مصنف کا نام کسی نے تاج الدین محمود بن خدا دارا شنوی بتایا اور کسی نے اس کو مشہور صوفی شاعر فخر الدین عراقی کی تصنیف کہا۔ لیکن ابھی چند سال قبل انکشاف ہوا ہے کہ کتاب کا اصل نام

"غایت الامکان فی درایت الامکان"

ہے اور اس کے مصنف عین القضاة ابو المعالی عبداللہ بن محمد المیاہی سہلانی ہیں جناب لطیف اللہ صاحب نے اپنے مقدمہ میں کتاب اور مصنف دونوں کے نام سے متعلق خارجی اور داخلی شہادتیں بڑی تفصیل سے فراہم کی ہیں جس سے ان کے وسیع اور عمیق مطالعہ کا پتہ چلتا ہے اور جو ان کا قابل قدر کارنامہ ہے۔ ان چند ابتدائی کلمات کے بعد اب میں اصل کتاب کے متعلق کچھ عرض کروں گا زمان و مکان کے الفاظ سن کر عام طور پر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید اس کتاب میں مظاہر فطرت کے متعلق کچھ بحث ہو لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ پوری گفتگو حق تعالیٰ کی ذات اور صفات سے متعلق ہے کہ ان کی بابتہ زمان و مکان کی تشبیہ و توجہ سے کیا مراد ہوتی ہے کیونکہ "اس سرالاسرار کی شناخت ہی معرفت کے خزانوں کی کنجی ہے اور مالک الملوک کی بارگاہ تک رسائی کا ذریعہ ہے" مصنف نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ معرفت کے یہ اسرار بیان میں

نہیں آسکے لیکن اس کے متعلق اس کتاب کی وجہ تصنیف یہ ہوئی کہ " ایک دفعہ برسبیل تذکرہ جب گفتگو زوروں پر تھی ہماری زبان سے نکل گیا کہ لفظ مکان احادیث میں آیا ہے اس کا انکار نہ کرنا چاہیے لیکن ہر چیز کا مکان پہچاننا چاہیے تاکہ تشبیہ کا گمان باقی نہ رہے " مصنف کہتے ہیں کہ اس بات کو مخالفین نے بہانہ بنایا اور ان پر تشبیہ کا الزام لگا کر کفر کا فتویٰ دے دیا اس لئے انہوں نے مجبوراً اپنی برأت کے لئے تفصیل کے ساتھ اس نکتہ کی تشریح کا بیڑا اٹھایا۔ ایسے ہی موقعوں کے لئے غالب نے کہا تھا کہ

" ہر چند ہموشا بدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادۂ وساعز کہے بغیر "

سب سے پہلے مصنف توحید الہی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وحدت ذات کے تقدس کی بلندیاں اس سے عظیم ہیں کہ اہل حال اس کے حال تک پہنچ سکیں چہ جائیکہ اہل فکر اس حقیقت کو پاسکیں۔ البتہ ایک توحید اور ہے جسے 'توحید اللطف' کہتے ہیں جس کو حق تعالیٰ نے کمال رحمت سے انسانوں کے لئے قابل فہم بنایا ہے اور وہ تین قسم کی ہے۔ اول توحید قوی ہے جو عام مسلمانوں کی توحید ہے دوسرے توحید علمی ہے جو خواص کی توحید ہے اور تیسرے توحید عملی ہے جو خاص خاص الخواص حضرات کی توحید ہے۔"

توحید علمی زمان و مکان کی معرفت اور ان کی حقیقت کے علم پر موقوف ہے۔ جب تک کوئی شخص زمان و مکان کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتا وہ وحدانیت اللطف سے کبھی واقف نہیں ہو سکتا اور جس نے زمان و مکان کو نہیں جانا اس کے لئے یہ حقیقت جاننا بھی ناممکن ہے کہ حق عز و جل کسی شے کے ساتھ نہیں رہتے اور کوئی شے کسی طرح بھی ان کے ساتھ نہیں رہتی۔ اور وہ

شخص جو زمان و مکان سے واقف نہیں اس کے لئے یہ جاننا بھی ممکن نہیں کہ حق تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہیں نہ باہر، نہ عالم سے متصل ہیں نہ منفصل، دراک حالیہ ہر ذرہ کائنات ان کے بغیر اور ان سے دور نہیں۔

اسی طرح حق تعالیٰ کی اولیت و آخریت، ظاہریت و باطنیت کا جاننا بھی ممکن نہیں اور یہ کہ حق تعالیٰ بہ یک علم تمام لامتناہی معلومات کا علم رکھتے ہیں اور بہ یک قدرت تمام لامتناہی مقدرات کو وجود عطا فرما سکتے ہیں اور بہ یک سماعت تمام لامتناہی مسموعات کو سن سکتے ہیں اور بہ یک نگاہ ازل سے ابد تک تمام مرئیات کو دیکھ سکتے ہیں ان تمام رموز کا علم و معرفت بغیر حق تعالیٰ کے زمان و مکان کے علم و معرفت کے ممکن نہیں۔

مصنف بیان کرتے ہیں کہ مکان و زمان کی معرفت اور اس کا عرفان دراصل حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی وسعتوں کی معرفت ہے اور جس کسی کو مکان و زمان کا عرفان حاصل ہے وہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت سے زیادہ بہرہ مند ہے۔ پھر اس نکتہ کی تشریح کے لئے کہ حق تعالیٰ کا مکان ہے، "قرآن مجید کی آیات جو معرفت کے شواہد ہیں اور صحیح احادیث و آثار جو سنت جماعت کی بنیاد ہیں اور امت کے اجماع کی دلیلیں جو ملت کے امور کے قواعد ہیں" بیان کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ بھی کہتے ہیں کہ "وہ مکان جو حق تعالیٰ کی ذات مقدس کے لائق ہے، معنی اور حقیقت دونوں اعتبار سے جسمانیات اور روحانیت دونوں سے علیہ اور دور ہے اور وہ مکان ایسا ہے جس میں نہ طول ہے نہ عرض، نہ گہرائی ہے نہ بُعد اور نہ مسافت ہے بلکہ تمام قرب ہی قریب ہے۔ اور عقلاً، وہماً، امکاناً اور وقوعاً

حال ہے کہ کوئی وہم اس تک پہنچ سکے یا کوئی فہم اس کو پاسکے یا کوئی عقل اسکے بارے میں "کتنا ہے" اور "کیسا ہے" معلوم کر سکے "اسلامی ادب میں ایسے ہی مکالمے کے لئے اصطلاح "لامکالم" مستعمل ہے۔

اس نکتہ کی وضاحت کے لئے وہ بتاتے ہیں کہ مکالم کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم مادی اشیاء کے مکالم کی ہے جس کے پھر تین درجے ہیں۔ پہلے درجہ میں وزن دار اشیاء کا مکالم ہے، دوسرے درجہ میں ہوا اور اسی نوعیت کی ہلکی چیزوں کا مکالم ہے اور تیسرے درجہ میں نور یا روشنی کا مکالم ہے، یہ تینوں مکالم ایک دوسرے کے اس قدر قریب واقع ہیں کہ سوائے ذہنی تحلیل اور روحانی واردات کے ان میں اور کسی ذریعہ سے امتیاز نہیں کیا جاسکتا اس مکالم میں فاصلے کا مفہوم معین ہوتا ہے۔

مکالم کی دوسری قسم غیر مادی ہستیوں یعنی ملائکہ وغیرہ کے مکالم پر مشتمل ہے اس مکالم میں بھی فاصلہ کا ایک مفہوم موجود ہے کیونکہ اگرچہ غیر مادی ہستیاں پتھر کی دیواروں میں سے گذر سکتی ہیں تاہم وہ حرکت سے بالکل بے نیاز نہیں ہیں اور حرکت کے ساتھ فاصلہ کا مفہوم لازماً پایا جاتا ہے مکالم سے آزادی اور بے نیازی کا بلند ترین درجہ انسانی روح کو عطا ہوا ہے۔ مصنف کے نزدیک یہ تمام امور دلائل عقلی سے ثابت ہیں لیکن چونکہ عقل کا شیوہ معرفت نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس بحث کو ترک کر دیا ہے درحقیقت عقلی دلائل کی تو اس شخص کو ضرورت ہوتی ہے جو قلبی مکاشفات، باطنی مشاہدات اور روحی معائنات سے محروم ہو کیونکہ جب معرفت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے تو عقل کے چراغ کی روشنی باقی نہیں رہتی۔

مکالم کی تیسری قسم ربانی یا الہی مکالم کی ہے جس تک ہم مکالم کے تمام

لا محدود اقسام سے گذر کر پہنچتے ہیں یہ مکاں ابعاد اور فاصلوں کی تمام قیود اور بندشوں سے آزاد ہے اور اس پر تمام لامتناہیاں آکر مرتکز ہو جاتی ہیں اس مکان کا نہ طول ہے نہ عرض، نہ گہرائی ہے نہ بعد و مسافت، نہ بلندی ہے نہ پستی، وہ نہ دائیں طرف ہے نہ بائیں طرف، نہ پیچھے ہے نہ آگے۔ یہ ربانی مکان غایت درجہ بلند مکان ہے۔ کسی مخلوق کو حق تعالیٰ کے ساتھ مکان میں یا اس کے علاوہ کسی طرح بھی شرکت کا امکان نہیں ہے۔

اسی طرح مصنف نے زماں کا ایک اضافی تصور لیا ہے۔ مختلف ہستیوں کے لئے جو خالص مادیت سے لے کر خالص روحانیت تک مختلف مدارج رکھتی ہیں زماں کی نوعیت مختلف ہے۔ مادی اشیاء کے لئے وقت آسمانوں کی گردش سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو ماضی حال اور مستقبل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اس وقت کی نوعیت اس قسم کی ہے کہ جب تک ایک دن ختم نہیں ہو جاتا دوسرا دن شروع نہیں ہوتا۔ غیر مادی ہستیوں کے لئے یہی ترتیب اور تسلسل موجود ہے لیکن وقت کا بہاؤ ایسا ہے کہ جو مدت مادی ہستی کے لئے ایک سال کی ہے وہ غیر مادی ہستی کے لئے ایک دن سے زیادہ نہیں۔

غیر مادی ہستیوں کے نچلے طبقوں کو درجہ بدرجہ طے کر کے آخر میں ہم ربانی یا الہی وقت پر پہنچتے ہیں جو گذرتے یا بہاؤ کی خاصیت سے بالکل مترا ہے اور اس لئے اس میں نہ تقسیم ہے نہ ترتیب اور تغیر۔ یہ دوام سے بھی بالاتر ہے۔ اور اس کا نہ آغاز ہے نہ انجام۔ یہی وہ وقت ہے جس کو قرآن کریم نے "ام الكتاب" کا لقب دیا ہے اور جس میں ساری تاریخ عالم علت و معلول کے سلسلہ سے آزاد ہو کر ایک مافوق الدوام "اب" میں سما جاتی ہے۔

اس طرح مصنف نے حق تعالیٰ کے متعلق زمان و مکان کی اصطلاحوں کے استعمال کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے لئے متعدد مثالیں اور دلائل پیش کیے ہیں جو منطقی سے زیادہ صوفیانہ نوعیت کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ربانی زمان و مکان کے مسائل عالم شہادت یا طبیعی کائنات سے نہیں بلکہ عالم غیب سے متعلق ہیں اور ان پر انسانی عقل و خرد کے اصول پر بحث نہیں کی جاسکتی بلکہ وحی الہی کی روشنی میں معرفت حاصل کی جاسکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے :

”قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب
الا اللہ“ (۲۷، ۶۵)

بہر حال جناب مترجم لطیف اللہ صاحب قابل تحسین و ستائش ہیں ، انہوں نے اسلامی علوم کے ایک اہم ماخذ کو اردو زبان میں ترجمہ کر کے اصل فارسی متن کے ساتھ شائع کیا ہے جس سے اردو داں طبقہ بھی کما حقہ فیضیاب ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائیں۔

محمد رضی الدین صدیقی

۲۶ جنوری ۱۹۸۴ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محترم نذر صابری صاحب نے زمان و مکان کے موضوع پر ایک رسالہ بہ عنوان "غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان" مجلس نوادرات علمیہ اٹک کمپل پور سے شائع کیا ہے۔ موصوف نے اس رسالے کے آغاز میں ایک مقدمہ انتہائی تحقیق اور محنت سے تحریر فرمایا ہے اور فی الوقت رسالہ مذکور کے جتنے خطی اور مطبوعہ نسخے دستیاب ہیں ان کی تفصیل مہیا کی ہے نیز رسالے کے اصل نام اور حقیقی مصنف پر دلائل کے ساتھ اظہارِ خیال فرمایا ہے صابری صاحب کی تحقیق کے مطابق رسالے کا نام "غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان" اور اس کے حقیقی مصنف شیخ تاج الدین محمود بن خداداد اشنوکی ہیں جو ساتویں صدی کے اکابر صوفیاء میں تھے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا نذر صابری صاحب نے مذکورہ رسالے کی اشاعت کے سلسلے میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کی ہے تاہم رسالے کے نام اور حقیقی مصنف کے سلسلے میں جس تنقیح اور کاوش کی ضرورت تھی وہ بوجہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکی بنا بریں اس خصوص میں مزید تحقیق، غور و فکر اور مطالعہ کی ضرورت باقی رہتی ہے اس ضمن میں احقر نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس کا اجمال یہ ہے۔

۱۔ پاکستان میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رسالہ مذکور کی دریافت پس منظر بیان کیا جائے۔

۲۔ اب نذر صابری کے نقطہ نظر کو ان کے تحریر کردہ پیش لفظ اور مقدمے کے

۲۔ بس۔ ت میں پیش کیا جائے۔

۳۔ اقتباسات لی صورت میں اپنی گزارشات پیش کر دی جائیں۔

۳۔ صابری صاحب سے اختلاف نہ ہو۔

۴۔ ممکنہ حد تک رسالے کا صحیح متن شائع کیا جائے اور ان حضرات کے لئے جو فارسی زبان سے کما حقہ واقف نہیں ہیں سادہ اور عام فہم زبان میں ترجمہ کر دیا جائے۔

۵۔ ضمیمے کے طور پر حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی اور حضرت خواجہ محمد پارسی رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس سلسلے میں فرمایا ہے اسے بھی پیش کر دیا جائے تاکہ جو صاحب اس موضوع پر مزید تحقیق کرنا چاہیں ان کے لئے بھی یہ صورت کسی درجے میں مفید ہو سکے۔

اس سلسلے میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ آئندہ صفحات میں بعض امور کی وضاحت و صراحت سے متعلق طویل اقتباسات بطور شواہد پیش کئے جائیں گے، ہر چیز کے طویل اقتباسات کا مطالعہ بعض قارئین کے لئے باعث زحمت ہو لیکن اس زحمت سے غرض و غایت یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ سے متعلق امور تشریح نہ رہیں اور جو نقطہ نظر پیش کیا جا رہا ہے اس کی تفہیم زیادہ وضاحت اور زیادہ صراحت سے ہو سکے۔

پس منظر۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو زمان و مکان کے مسئلے سے جو شغف اور تعلق رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ان کے فارسی اور اردو کلام میں جگہ جگہ اس مسئلے کے اخلاقی، روحانی اور مابعد الطبیعیاتی پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے، فرماتے ہیں

تو کہ از اصلِ زماں آگہ نہ	از حیاتِ جاوداں آگہ نہ
زندگی از دہر و دہر از زندگی ست	لا تسبوا لہم فرمان نبی ست
عشق سلطان است و بہانِ مبین	ہر دو عالم عشق را زیرِ نگیں
لا زمان و دوشِ فردائے ازو	لا مکان و زیرِ بالائے ازو
لی مع اللہ ہر کرا در دل نشست	آں جواں مردے طلسم من شکست
گر تو می خواہی نباشم در میاں	لی مع اللہ باز خواں از عین جاں
زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک	حدیث کم نظری قصہ قدیم و جدید

خرد ہوتی ہے زمان و مکاں کی زنجاری نہ ہے زماں نہ مکاں لا الہ الا اللہ
 اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

اس مسئلے سے غیر معمولی دلچسپی اور انہماک کے سبب علامہ مرحوم نے اپنے عہد کے اکابر
 علماء اور صوفیاء سے مکاتبت کا سلسلہ قائم کیا۔ بشیر احمد ڈار صاحب کی تحقیق کے مطابق
 علامہ مرحوم نے حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت
 مہر علی شاہ گولڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم سے اس باب میں رہنمائی چاہی۔ چنانچہ مولانا برکات
 احمد ٹونگی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "اتقان فی ماہیتہ الزمان" سید سلیمان ندوی قدس سرہ کے
 توسط سے اور زیر نظر رسالہ علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے علامہ اقبالؒ کو حاصل
 ہوا۔ لیکن بعض تسامح کی بناء پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے زیر نظر رسالے کو مشہور صوفی
 اور شاعر فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۸۵ھ کی تصنیف خیال کیا بلکہ اورینٹل کالج
 لاہور کے سالانہ اجلاس ۱۹۲۸ء کے صدارتی خطبے میں اس کا اظہار بھی کیا۔ تقریباً بیالیس
 سال تک علامہ مرحوم کا پیدا کردہ یہ تسامح جاری رہا اور ان کے حوالے سے جب بھی اس
 رسالے کا ذکر ہوا تو یہی کہا گیا کہ رسالہ مذکور عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ تا آنکہ ۱۹۶۷ء
 میں بشیر احمد ڈار مرحوم نے اپنے مضمون "اقبال اور مسئلہ زمان و مکان" میں اس
 التباس کی تردید کی اور رسالے کے مطبوعہ نسخے کی نشاندہی کی ڈار صاحب فرماتے ہیں۔

"اقبال نے لفظ عراقی سے یہ قیاس کیا کہ اس رسالے کا مصنف مشہور صوفی

فخر الدین عراقی ہوگا۔۔۔۔۔ جناب داؤد میر نے اس مقالے

کا اردو ترجمہ کرتے وقت بہت کوشش کی، اس مخطوطے کا سراغ معلوم ہو

انہوں نے اقبال کی کتابوں اور کاغذات کو چھانا، دارالعلوم دیوبند کے

بشیر احمد ڈار اقبال اور مسئلہ زمان و مکان ایضاً
 ایضاً ایضاً ایضاً

کتب خانے میں تلاش کروایا جو مجلس علمی ڈابھیل کو بطور عطیہ دیا گیا تھا لیکن وہ انہیں نہ مل سکا مگر خدا کا شکر ہے کہ اب یہ نسخہ اقبال ایکڈمی نے حاصل کر لیا ہے۔ یہ نسخہ مخطوطہ نہیں بلکہ مطبوعہ ہے۔ یہ عراقی کی تصنیف نہیں بلکہ عین القضاة ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیاہنجی الہمدانی کی ہے۔

اس کتاب کا مصنف "عین القضاة" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا اصل نام عبداللہ بن محمد ہے۔ وہ ہمدان کا رہنے والا تھا۔ قیاس ہے کہ وہ ۲۹۲ھ مطابق ۹۸۸ء میں پیدا ہوا۔ مذہباً وہ اہل سنت اور شافعی تھا لیکن تصوف میں مغلوب الحال ہونے کے باعث معتوب رہا اس پر کفر کے فتوے لگے اور آخر کار اسی وجہ سے اسے پھانسی دے دی گئی

طریقت میں وہ شیخ احمد غزالی (برادرِ حجۃ الاسلام امام غزالی) کا مرید تھا۔

نذر صابری صاحب کے پیش لفظ اور مقدمے کے مندرجات سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ ۱۹۲۸ء میں رسالہ مذکور سے پہلی مرتبہ اس وقت متعارف ہوئے جب وہ کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڑی کی فہرست سازی کا کام سرانجام دے رہے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۶۳ء میں جب وہ دوبارہ آستانہ عالیہ مکھڑ حاضر ہوئے تو رسالہ مذکور کا مخطوطہ وہاں سے حاصل کیا اور کئی سال تحقیق و جستجو میں صرف کر کے بالآخر ۱۲ دسمبر ۱۹۶۸ء کو اس کام سے عہدہ برآ ہوئے۔ یہ ان واقعات و حالات کا اجمالی خاکہ ہے جو مذکورہ رسالے کی دریافت سے متعلق برصغیر پاک و ہند میں ۱۹۳۸ء تا ۱۹۶۸ء پیش آتے رہے اور بقول نذر صابری وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسالے کو اس کے صحیح تناظر میں شائع کیا ہے۔ آئندہ صفحات

۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳

اقبال اور مسئلہ زمان و مکان
غایت الامکان فی معرفت الزمان و المكان
ایضاً

ماہ ذوالاقبال نمبر اپریل ۱۹۶۷ء ص ۱۸۱
شائع کردہ نذر صابری پیش لفظ ص ۲۴۱ مقدمہ صفحہ آخری
پیش لفظ ص ۱

میں صابری صاحب کے اسی دعوے کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صابری صاحب کے نقطہ نظر کی تحقیق: نذر صابری صاحب پیش لفظ میں فرماتے ہیں:

”آج سے کوئی دس سال قبل کتب خانہ مولانا محمد علی مکتدی کی فہرست

سازی کے دوران ایک خطی نسخہ سامنے آیا اور جا اینجاست کہتا ہوا دامن دل

کھینچنے لگا ۶ × ۱۰ کی تقطیع پر باریک خط نستعلیق میں ۳۲ صفحات کا یہ

مخطوطہ جس پر کاتب کا نام اور سن کتابت درج نہیں اور اشارے سے تین سو

سال سے کم نظر نہیں آتا۔ مسئلہ زمان و مکان سے متعلق تھا۔ ترقیہ نگار نے

اس کا نام المکانیہ و الزمانیہ لکھا اور بین القضاة سید ہدائی کی تصنیف ظاہر

کیا تھا مگر تلاش بسیار کے باوجود نہ تو سید علی ہدائی کے پاس اس موضوع پر

کس رسالے کا پتہ چلا اور نہ ہی بین القضاة ہدائی کی تصانیف میں کوئی

نام و نشان ملا۔“

”شروع شروع میں ہمارا خیال تھا کہ رسالہ انہی تک شائع نہیں ہوا،

وہم اسے پہلی بار شائع کرنے کا فوجی اصل کر رہے ہیں مگر مطالعہ آگے بڑھا

تو معلوم ہوا کہ رسالہ دو بار ظہان سے شائع ہو چکا ہے پہلی بار ۱۳۱۱ھ میں

رسائل شاہ نعمت اللہ اولیٰ اور دومہی بار ۱۳۳۱ھ میں احوال و آثار بین القضاة میں

تو گویا ناٹھ بیس ہجرت میں نمبر پر ہے مگر اس اعتبار سے کہ ہم رسالے کا پہلی

مرتبہ بالا مستندال اپنے صحیح تینا نظر میں شائع کر رہے ہیں لہذا الحمد کہ ہمارا فوجی نمبر

اب بھی اپنی جگہ قائم ہے۔“

مذکورہ اقتباسات سے متضح ہوتا ہے کہ رسالے کی اشاعت سے قبل و بیاعت

غایت الامکان فی معرفت الزمان و المکان
شائع اور نذر صابری صاحب نے پیش فرمایا ہے۔

کے دوران صابری صاحب کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ جس رسالے کو وراثت کر رہے ہیں اس کی تصنیفی نسبت عین القضاة ہمدانی سے بھی بیان کی گئی ہے لیکن انہوں نے اس پہلو کو زیادہ قابل توجہ خیال نہیں کیا بلکہ رسالے سے متعلق خطی نسخوں پر مبنی ان معلومات کو زیادہ اہمیت دی جو اس ضمن میں مختلف کتب خانوں نے فراہم کی ہیں اور جن کے فہرست نگاروں میں بلاشبہ احمد منزوی اور امتیاز علی عرشی جیسے بلند پایہ حضرات شامل ہیں لیکن غلطی اور سہو تو ہر انسان سے ممکن ہے علاوہ ازیں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کتب خانوں کے فہرست نگار دستیاب معلومات کو درج کرنے کے مکلف ہوتے ہیں تفصیلی تحقیق ان کے دائرہ کار سے خارج ہوتی ہے لہذا کتب خانوں کی فراہم کردہ معلومات پر کئی اعتماد کی زیادہ گنجائش نہیں ہوتی بالخصوص اس صورت میں جب کہ کوئی مسئلہ زولیدہ اور پریشان کن ہو۔

یہ بات یقیناً قابل تحسین ہے کہ صابری صاحب نے خطی نسخوں سے متعلق فراہم کردہ معلومات پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ نفحات الانس، کشف الظنون، شد الازار، مجاہد فصیحی اور تاریخ نظم و نثر در ایران کا بھی مطالعہ کیا ہے، جن کا ذکر مناسب موقع پر کیا جائیگا۔ لیکن اس تمام عمل میں جو بات قابل توجہ تھی وہ مسلسل نظر انداز ہوتی رہی یا کر دی گئی اور وہ یہ تھی کہ حضرت تاج الدین محمود اور عین القضاة رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی دیگر تصانیف کا بھی مطالعہ کیا جاتا اور ان تصانیف کے موضوعات، اسالیب، تخلیقی رویے اور شخصی رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حاصل حقیقت تک رسائی حاصل کی جاتی۔ ان تمام امور کو مد نظر رکھنے کے باوصف یہ تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ نقص خامی کے تمام امکانات معدوم ہو جاتے ہیں البتہ تحقیق کرنے والا حق و صداقت کے زیادہ قریں ہو جاتا ہے، بہر حال اس نوع کے مطالعے کی جو سعی و کوشش کی گئی ہے اسے قارئین آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

صا بری صاحب نے مصنف رسالہ سے متعلق بحث کا آغاز ان الفاظ میں

کیا ہے :-

”صاحب رسالہ نے متن میں اپنے نام یا دیگر متعلقات کا کسی جگہ بھی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی رسالے کے زمان و مکان سے کہیں پردہ اٹھایا ہے۔ اس بارے میں کچھ جو معلوم ہوتا ہے سوا اتنا ہے کہ یہ رسالہ شیخ ابوالحسن خرقانی م ۳۲۵ھ کے زمانہ مابعد کی تصنیف ہے۔ رسالے کے متن سے مصنف کی اس درجہ کنارہ گزینی اور خود نگہ داری سے بعض کم نظر کاتبوں کو کھٹل کھیلنے کا موقع ملا اور وہ اپنے ہی خیالات کی پرچھائیوں کے پیچھے بھاگتے نظر آنے لگے۔ انہوں نے نہ صرف ترقیوں ہی میں گل کھلائے بلکہ تجاوزات سے تقدیس متن کو بھی داغدار کیا جس کے نتیجہ میں ان نسخوں پر انحصار کرنے والے اچھے اچھے ارباب تحقیق و تنقید بھی مغالطوں کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ہم یہاں بقدر ہمت و بصیرت ان مغالطوں کا فرداً فرداً مختصر مگر جامع تجزیاتی مطالعہ پیش کریں گے تاکہ ایک تو ہمارا یہ دعویٰ بے دلیل نہ رہے اور دوسرے رسالہ جب منظر عام پر آئے مصنف سے ہلکار ہو تو اس کے گرد و پیش سے غلط نسبتوں کے تمام دھندے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہوں:

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر صا بری صاحب کے پیش نظر عین القضاة ہمدانی کی وہ تصانیف ہوں جو ایران کے ارباب علم و تحقیق نے بڑی محنت اور تلاش کے بعد شائع کی ہیں تو انہیں معلوم ہوتا کہ اپنے نام کے اظہار سے استغناء اور اپنی ذات سے کنارہ گزینی عین القضاة ہمدانی کی ہر تصنیف میں نمایاں ہے لیکن جب وہ کثیر، بے وثق اور ضلالت

غایت الامکان فی معرفت المزلن والکان شائع کردہ نذر صا بری مقدمہ ص ۱

کی تہمتوں سے متہم کئے گئے اور قوام الدین ناصر بن علی ابوالقاسم درگزینی کے حسد کا نشانہ بنے تو قید خانے میں اپنی آخری کتاب ”شکوٰۃ الغریب عن الاوطال الی علماء بلدان“ اپنی جرات کے سلسلے میں تحریر کی اور اسی میں اپنی ان تصانیف کا ذکر کیا جو اس وقت اور اس حالت کرب و محن میں ان کے حافظے میں آئیں اگر ایسا نہ ہوتا اور وہ ایک عام آدمی کے مانند فطری موت سے ہمکنار ہوتے تو شاید ان کی اکثر تصانیف سے ہم سب نا آشنا ہوتے اور وہ تصانیف بھی امتداد زمانہ کے ہاتھوں دوسرے اشخاص سے منسوب ہوتیں۔ ڈاکٹر بہمن کریمی رسالہ یزدان شناخت کے دیباچے میں تحریر کرتے ہیں:

عین القضاة کی تصانیف میں	”معروف ترین مصنفات
معروف ترین تصنیف	عین القضاة کتاب بدو الحقائق
زبدۃ الحقائق ہے جو (کسی وجہ سے)	است کہ بہ تمہیدات معروف
تمہیدات کے نام سے معروف	گردید و دیگر شکوٰۃ الغریب
ہوئی اور دوسری تصنیف	کہ در صبر نگاشته و ان آں یاد کردیم
شکوٰۃ الغریب ہے جو قید خانے	و ہچنین رسالات فارسی دیگر کی
میں لکھی گئی اسی سے ہم نے ذکر کیا	است ان اں جملہ رسالہ یزدان
ہے اور اسی طرح کے دوسرے	شناخت“

فارسی رسالے (عین القضاة کی تصنیف) میں انہیں میں سے ایک رسالہ یزدان شناخت ہے

۱۰ رجم فرمنش ڈاکٹر احوال و آثار عین القضاة ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدانی
تہران ۱۳۳۳ھ ص ۱۰۰

۱۱ بہمن کریمی دیباچہ رسالہ یزدان شناخت تہران ۱۳۲۷ھ ص ۱۰۰

ذیل میں عین القضاة ہمدانی کی ان تصانیف کے نام دیئے جاتے ہیں جو ایران کے ادب و علم و تحقیق نے شائع کی ہیں اور جو معمولی کوشش کے بعد مطالعے کیلئے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

- ۱۔ رسالہ یزداں شناخت ۔ ڈاکٹر بہمن کریمی نے، ۱۳۲۷ ش میں تہران سے شائع کیا۔
- ۲۔ رسالہ لوائح ۔ ڈاکٹر رحیم فرمنشن نے ۱۳۳۸ ش میں تہران سے شائع کیا۔
- ۳۔ تمہیدات^۱ ۔ احمد بن محمد کریم التبریزی نے ۱۳۳۲ ش میں شیراز سے شائع کیا۔

۴۔ شکوی الغریب عن الاوطان الی علماء بلدان ۔ محمد بن عبد الجلیل نے مجلہ آریاتیک میں ۱۹۳۰ء میں شائع کیا۔

قارئین کے مطالعے کے لئے مذکورہ تصانیف اور دیگر تصانیف سے متعلقہ اقتباسات اس وقت پیش کئے جائیں گے جب عین القضاة ہمدانی کی تصانیف کے موضوعات، ان کے اسلوب تخلیقی رویے اور شخصی رجحانات کے بارے میں عرض کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فی الوقت یہی عرض کرنا مقصود تھا کہ جوہر کچھ بھی ہوں عین القضاة ہمدانی اپنی تصانیف میں اپنا نام اور شخصیت نمایاں کرنے کی جانب طبعاً مائل نہ تھے اور محض اسی ذاتی اور شخصی رویے کے باعث یہ مسئلہ پیدا ہوا۔

۱۔ تمہیدات میں عین القضاة نے اپنا پورا نام ظاہر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں احوال و آثار عین القضاة ص ۱۲۵

۲۔ حضرت علی جوین داناغ بخش رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۶۵ھ نے کشف المحجوب میں یہ تصیف بیان فرمایا ہے کہ اپنا نام بہت نہ کرنے کے باعث ایک صاحب نے ان کا دیوان اشعار تھمالیا اور دوسرے صاحب نے ان کی تصنیف منہاج الدین کو خود سے منسوب کر لیا تھا بنا بریں کشف المحجوب میں انھوں نے اپنا نام تحریر کر دیا تاکہ اس قسم کے فتنے کا سدباب ہو جائے ملاحظہ فرمائیں کشف المحجوب فارسی ص ۲ لاہور ۱۳۵۰ھ

مدیر یونٹ تک وقف محرومی رہا ہے۔

لے غایت الامکان فی

۲۵ عمر رضا کمال

مستحبہ الدین رازی
۱۴۱۷ھ

☎ 042-37300501



جس صورت حال سے دوچار اور جس روحانی اور ذہنی کرب میں مبتلا کر دیے گئے تھے اس میں حافظے کا ساتھ نہ دینا ایک فطری امر ہے، مستعجب نہ کہ نہیں۔

نذر صابری صاحب کے نزدیک رسالہ غایتہ الامکان عین القضاة کی تصنیف

نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ :

”بیہقی سے آرہی تک کسی معتبر تذکرہ نگار نے بھی رسالے کو ان کی تصانیف میں

شمار نہیں کیا۔“

نہیں کہ صابری صاحب کا یہ دعویٰ کسی حد تک درست ہو اور ان کی تحقیق میں

یہ امر ثابت ہوا ہو کہ کسی معتبر تذکرہ نگار نے رسالہ مذکور کو عین القضاة ہمدانی سے منسوب

نہیں کیا یسین ایک انتہائی معتبر اور وثوق شہادت حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ

علیہ علیہ ۲۳۳ھ کی ضرورتیاب ہے جنہوں نے رسالے کا مطالعہ کیا اور اپنی تصنیف

تکمیل الاذہان میں اس کا ذکر اجمالی طور پر کیا ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں :-

والصوفیۃ شاحدا فی کل موطن

من الغیب والشہادت زمانا

ومکانا غیر مافی موطن آخر فصلہ

عین القضاة فی الرسالتہ

الزمانیۃ والمکانیۃ وسکت عند

اذا الغرض مجرد التمثیل لا القصد

الی التفتیح امرہ“

سے خاموش رہا کیونکہ مقصد محض

تمثیل ہے معاملے کی تحقیق کا ارادہ

کہ مقدمہ صغ

۱۵۲ تکمیل الاذہان ص ۱۵۲ گوہر انوار ۱۳۸۳ھ

۱۵۲ رفیع الدین دہلوی شاہ

محل بھی نہیں ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صابری صاحب نے ڈاکٹر رحیم فرمنش کے اس مقالے کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے کیونکہ ان کے مقدمے میں اس مقالے کے مندرجات کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے بہر حال اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں :

” احمد منزوی نے اپنی فہرست میں غایتہ الامکان کا مجمل تعارف

کراتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ رسالہ عین القضاة سے بھی منتسب ہے۔

ان کا اشارہ غالباً ڈاکٹر رحیم فرمنش کی کتاب ” احوال و آثار عین القضاة“

کی جانب ہے جس میں موصوف نے غایتہ الامکان کو نویں صدی ہجری

کے ایک نسخے کی بنیاد پر عین القضاة کی تصانیف میں شامل کر دیا ہے۔“

” لیکن ڈاکٹر فرمنش کو اگر ایران ہی میں موجود اس کے دوسرے نسخوں

کا علم ہوتا تو وہ کبھی رسالے کو عین القضاة کے دامن سے وابستہ نہ کرتے۔“

” وہ افسانہ پر چلنے والوں کی داستان ختم ہوئی۔ سابق الذکر ۲۶

نسخوں میں سے صرف ۵ نسخے جیسا کہ تفصیلاً مذکور ہوا، خواجہ روز بہان

شیخ عین القضاة اور سید علی ہمدانی کی جانب غلط انتساب کا شکار

ہوئے ہیں۔ باقی ماندہ ۲۱ میں سے ۱۲ خود کو شیخ اشنوی کی تصنیف

قرار دیتے ہیں اور ۸ ایسے ہیں جو اپنے مصنف کے بارے میں خاموش

ہیں (نسخہ ترنگ زئی سے متعلق بجز عنوان کچھ معلوم نہیں) اشنوی کو اپنا

مصنف ظاہر کرنے والے نسخے نہ صرف تعداد میں زیادہ ہیں بلکہ تمام

قدیم اور معتبر نسخوں کا تعلق بھی اسی گروہ سے ہے۔“

مقدمہ
القضاة
ایضاً

شائع کردہ نزد صابری
ایضاً
ایضاً

لہ غایتہ الامکان
۱۰ ایضاً
۱۱ ایضاً

صابری صاحب نے جو معیار کسی تصنیف کے اصل مصنف کی دریافت کے سلسلے میں قائم کیا ہے ہو سکتا ہے ڈاکٹر رحیم فرمنش کے پیش نظر نہ وہ عیار ہو اور نہ معیار ہو، ویسے کبھی صابری صاحب نے غایت الامکان کے خطی نسخوں کی کثرت کا جن میں اسکی تصنیف کی نسبت شیخ اشنوی سے دی گئی ہے جو معیار قائم کیا ہے وہ معیار بذات خود اصل مصنف کی دریافت کے لئے نا کافی ہے۔ ایسی صورت میں جب کسی تصنیف کے مصنف کے سلسلے میں متضاد بیانات ہوں تو محقق خطی نسخوں کی تعداد کی کثرت و قلت پر فیصلے صادر نہیں کرتے بلکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے متنازعہ تصنیف کے علاوہ کچھ اور تصانیف بھی تحریر کی ہیں ان تصانیف کو سامنے رکھ کر ہی اسلوب، شیوہ بیان، روش اظہار، مخصوص لب و لہجہ اور آہنگ تحریر پر غور کیا جاتا ہے اور محقق ان تمام امور میں یکسانیت اور ہم آہنگی دریافت کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں پھر اہل نظر اس کی توثیق یا تردید کرتے ہیں ڈاکٹر رحیم فرمنش خود اہل زبان ہیں۔ فارسی زبان و ادب کے ارتقاء اور تغیرات سے آشنا ہیں نیز ذوقی اور وجدانی سطح پر فارسی نظم و نثر کے سبک کا شعور رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے تحقیقی مقالے میں عین القضاة کے خاص اسلوب اور سبک پر ایک باب بھی قائم کیا ہے جس میں انہوں نے عین القضاة کے خاص اسلوب کی ۲۸ خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ غایت الامکان کے بارے میں یہی معیار ان کے فیصلے کی بنیاد ہو۔ تاہم ڈاکٹر فرمنش کو اپنی تزییح کے اسباب پر ضرور روشنی ڈالنی چاہیے تھی جو انہوں نے اپنے مطبوعہ رسالے کے دیباچے میں نظر انداز کر دی ہے لیکن اس سہو کے باوصف ان کی تحقیق کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے۔ دوسری جانب صابری صاحب پر بھی لازم تھا کہ اس نوع کے

تقابل مطالعے کی کوئی نہیج پیدا کرتے اور پھر کسی فیصلے کی جانب قدم اٹھاتے محض قراء
ڈانے سے ایسے نازک امور طے نہیں ہو جاتے۔
صابری صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

”نیز نظریہ مکان الہی جو بعد میں رسالے کا موضوع بنا عین القضاة
کے معاندین کی نگاہ کی خردہ گیری سے کیسے بچ سکتا تھا۔ خاص کر جب
کہ اس کا قائل پہلے ہی ہدف تکفیرہ چکا ہو۔ نیز ابن سقا بغدادی کے
سامنے ارتداد کا ذکر اور رسالے کا واضح طور پر جداگانہ طرز نگارش وہ داخلی
دلائل و شواہد ہیں جو شیخ عین القضاة ہمدانی کی طرف رسالے کے
انتساب کی دلائل تردید کرتے رہیں گے۔“

ان سطروں سے صابری صاحب کا نقطہ نظر اور مافی الضمیر واضح نہیں ہوتا۔
بہر حال جو کچھ سمجھ میں آیا ہے اس کی بنا پر عرض کیا جاتا ہے کہ صرف و محض رسالے
غایت الامکان کے حوالے سے عین القضاة ہمدانی مورد الزام قرار نہیں دیے گئے۔
اگرچہ خود ان کے قول کے مطابق شور و بخت اور کوردل حاسد لفظ مکان پر کبھی بھڑکے
ہیں جو اثنائے گفتگو میں عین القضاة کی زبان پر آیا جس کا مکمل اقتباس آئندہ پیش
کیا جائے گا بلکہ بحیثیت مجموعی ان کی تصانیف میں جن خیالات، تصورات اور
نفسی میلانات کا اظہار ہے حاسدین اس پر نہ دربرافروختہ ہوتے ہیں اور شکوک الغیب
اس کا بین ثبوت ہے۔

ابن السقا، بغدادی کے ارتداد سے عین القضاة ہمدانی کی طرف رسالے کی دلائل
تردید کا جو تعلق ہے اسے صابری صاحب نے واضح نہیں کیا اور نہ عبارت سے اس

۱۔ عایت لا ۵۔ شائع در روزنامہ صابری مقدمہ ۱۳۱۲
۲۔ عایت لا ۵۔ شائع در روزنامہ صابری مقدمہ ۱۳۱۲

کا مفہوم قاری کی گرفت میں آتا ہے، ہو سکتا ہے کہ ٹائپ میں چھپائی کا کوئی نقص ہو بہر حال یہ واقعہ تو بذات خود عین القضاة ہمدانی کی تائید میں جاتا ہے کیونکہ یہ واقعہ تو خود ان کی زندگی میں واقع ہوا ہے اور عین القضاة نے اپنے رسالے میں کہا بھی یہی ہے کہ:

”اگر ایک دلیل از دلائل توحید
براور روشن شدہ بودی ہمانا کہ
ہرگز اور ایس واقعہ نیفتادی“
اگر دلائل توحید میں سے ایک
دلیل بھی اس پر (ابن السقاء
بغدادی پر) روشن ہوتی تو اسے
ہرگز یہ واقعہ پیش نہ آتا۔

اس واقعہ کی تفصیل ابن خلکان م ۳۸۱ھ نے و فیات الاعیان میں یوسف بن ایوب و ہرہ الہمدانی کے ذکر میں دی ہے:

وقدم بغداد فی سنة خمس عشرة
وخمسة وحدث بہا، وعقد
بہا مجلس الوعظ بالمدرسة
النظامیہ وصارف بہا قبولاً
عظیماً من الناس، قال
ابو الفضل صافی بن عبد اللہ
الصوفی الشیخ الصالح حضرت
مجلس شیخنا یوسف الہمدانی
فی النظامیہ وكان قد اجمع العالم
فقام فقیہ يعرف بابن السقاء
اور (یوسف بن و ہرہ ہمدانی)
۵۱۵ھ میں بغداد آئے اور
حدیثیں بیان کیں اور بغداد ہی
میں مدرسہ نظامیہ میں مجلس
وعظ منعقد کی اور لوگوں میں
بڑی مقبولیت حاصل کی۔
ابو الفضل صافی ابن عبد اللہ
صوفی شیخ صالح نے کہا ہے کہ میں
اپنے شیخ یوسف ہمدانی کی مجلس
میں نظامیہ میں حاضر تھا اور

واذا ه ورسالة عن مسألة فقال
 له الامام يوسف! اجلس فاني
 اجد من كلامك رائحة الكفر
 لعنك تموت على غير دين الاسلام
 قال ابو الفضل فالتفت له بعد
 هذا القول بمدة قدم رسول نصراني
 من ملك الروم الى الخليفة
 فمضى اليه ابن السقاء وسأله
 أن يتصحبه وقال له يقع في أن
 أترك دين الاسلام وادخل في
 دينكم فقبله النصراني وخرج معه
 الى القسطنطينية والتحق بملك
 الروم وسفروا منات على النصرانية

وہاں ایک دنیا جمع ہو گئی تھی تو
 ایک فقیہ کھڑا ہوا جو ابن السقاء
 کے نام سے مشہور تھا اور اس نے
 آپ کو ایذا دی اور ایک مسئلے
 کے متعلق سوال کیا تو اس سے
 امام یوسف نے کہا بیٹھ جاؤ میں
 تمہارے کلام سے کفر کی بو محسوس
 کرتا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری
 موت دین اسلام کے علاوہ کسی
 اور دین پر ہو ابو الفضل فرماتے
 ہیں کہ ایسا اتفاق ہوا کہ اس واقعہ
 کی کچھ مدت کے بعد شہنشاہ روم
 کی طرف سے خلیفہ کے پاس
 ایک نصرانی قاعد آیا تو ابن السقاء
 اس کے پاس گیا اور اس سے
 درخواست کی کہ اسے اپنے ساتھ
 لے چلے اور اس نے اس سے کہا
 کہ میرے دل میں یہ بات آ رہی
 ہے کہ میں دین اسلام چھوڑ دوں
 اور تمہارے دین میں داخل ہو

جاء من روم ملك الروم الى الخليفة

له وفيات الامان ابن خلكان

جاؤں نصرانی نے اس کی بات
قبول کر لی اور وہ اس کے ساتھ
قسطنطنیہ چلا گیا شہنشاہ روم سے
وابستہ ہو گیا نصرانی بن گیا، اور
نصرانیت پر اسکی موت واقع ہوئی۔

اگر بالفرض مجال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ رسالہ غایت الامکان شیخ تاج الدین محمود
اشنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے تو یہ واقعہ نذر صابری صاحب کے قیاس کے مطابق
کہ شیخ اشنوی چھٹی صدی ہجری کے واسط میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ ان کی ولادت
سے تیس چالیس سال قبل ہونا چاہیے کیونکہ ابن خلکان نے واقعہ کا وقوع ۵۵۰ھ
میں بیان کیا ہے۔ اس اعتبار سے کسی شخص نے شیخ اشنوی سے ابن السقاء بغدادی
کا واقعہ بیان کیا ہوگا۔ اصولاً جیسا کہ ہمارے ہاں علم حدیث اور روایت حدیث
کے زیر اثر طریقہ رہا ہے شیخ پر لازم تھا کہ وہ رسالے میں ماخذ علم کو ظاہر کرتے کیونکہ
ان سے قبل اور ان کے بعد اکابر کی یہی روش رہی ہے اور حرم و احتیاط کا تقاضا بھی
یہی ہے ابن خلکان کی بدیہی مثال موجود ہے انہوں نے اپنے راوی کا نام ظاہر کر دیا
ہے۔ کون ہے جو شیخ اشنوی کے بارے میں یہ بدگمانی کرے کہ انہوں نے اکابر کی
راہ سے روگردانی کی اور حرم و احتیاط سے کام نہیں لیا لیکن رسالے میں جس نہج سے
اس واقعہ کو قلمبند کیا گیا ہے اس سے یہ حقیقت کہیں ظاہر نہیں ہوتی کہ صاحب
رسالہ کی اطلاع کا ماخذ کیا ہے اور اس کا راوی کون ہے بلکہ عبارت کا طور اسی قسم کا
ہے کہ لکھنے والا اس کا عینی شاہد ہے اور وہ سوائے عین القضاة ہمدانی کے کوئی دوسرا

نہیں ہو سکتا کیونکہ وقوع واقعہ کے وقت ان کی عمر ۲۳ سال تھی۔ وہ اور ابوالفضل صافی بن عبداللہ اس کے راوی ہیں لہذا عین القضاة کو دائماً تردید کے بجائے دائماً تائید حاصل ہو گئی کہ وہی رسالہ "غایۃ الامکان فی درایتہ المکان" کے حقیقی مصنف ہیں جس عبارت کا مذکورہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی توثیق ہو جائے۔

”وتمکلم دلیل توحیدی گوید و
 فرامی نماید کہ موقن است و
 اندرون بشک و شبہت آگند
 و ابن السقاء بغدادی بر کنار دجلہ
 ایستاد و صد دلیل بر توحید و
 وحدانیت حق بولا فرخواند
 پس ترساشد و سوگند یاد کرد کہ
 بعد از ہر دلیلی کہ بر توحید گفت
 ام دلیلی بر ثالث ثلاثہ بجویم۔
 اگر یک دلیل از دلائل توحید
 بر او روشن شدہ بودی همانا کہ
 ہرگز اورا این واقعہ میقتاوی“

اور تمکلم توحید پر دلیل لانا ہے،
 اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر
 یقین رکھتا ہے۔ لیکن اس کا
 باطن شک و شبہ میں آلودہ ہو
 اور ابن السقاء بغدادی نے
 ساحل دجلہ پر کھڑے ہو کر تشریح
 کی اور حق تعالیٰ کی توحید اور
 وحدانیت پر پے در پے سو
 دلائل دیے اس کے بعد شک
 ہو گیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر
 اس دلیل پر جو توحید کے بارے
 میں میں نے دی ہے تین تیس
 تیس ہرے پردوں کا اگر دلائل
 میں سے ایک دلیل بھی اس پر

روشن ہوتی تو اسے ہرگز یہ واقعہ
پیش نہ آتا۔

صابری صاحب نے طرز نگارش کی بات بھی ادھوری چھوڑ دی ہے طرز نگارش
کی ایسی مثالیں جن سے عین القضاة ہمدانی کے صاحب رسالہ ہونے کی تردید ہو سکتی
ہو پیش نہیں کی گئی ہیں بہر حال جب طرز نگارش کا پہلو زیر بحث آئے گا تو عین القضاة
کی فارسی تصانیف کے اقتباسات جن کا گذشتہ صفحات میں وعدہ کیا گیا ہے پیش
کئے جائیں گے، جن کے مطالعہ سے قارئین پر ان تصانیف اور رسالہ مذکورہ کے
طرز نگارش کی یکسانیت اور مماثلت واضح ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اس سے
قبل مذکورہ رسالے سے ایک اور داخلی شہادت پیش کی جا رہی ہے جس سے یہ بات
یقین کی حد تک ثابت ہو جاتی کہ رسالہ "غایۃ الامکان فی درایتہ المکان" کے مصنف
عین القضاة ہمدانی ہی ہیں۔

غایۃ الامکان کی دوسری داخلی شہادت جو عین القضاة ہمدانی کے حق میں
ہے اور کسی طرح شیخ تاج الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ پر منطبق نہیں ہوتی یہ ہے کہ شیخ
تاج الدین محمود ابنائے زمانہ کے عناد اور حسد کے اس طرح ہدف نہیں بنے کہ ان کی
"تکفیر کی گئی ہو یا ان پر الحاد و زندقہ کی تہمت دھری گئی ہو۔ شد الازار اور نفحات الانس
جن کا حوالہ صابری صاحب نے بھی اپنے مقدمہ میں دیا ہے اس نوعیت کے ذکر سے
خالی ہیں جب کہ اکثر تذکرہ نگاروں نے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی رحمۃ اللہ
علیہ م ۲۵ھ کے ملفوظات میں عین القضاة پر کئے گئے مظالم کی نشاندہی کی ہے۔
یہاں شد الازار، نفحات الانس، طرائق الحقائق اور فوائد الفواد کے اقتباسات پیش
کرنے کے بعد غایۃ الامکان کی وہ عبارت جسے شہادت ثانیہ کہا گیا ہے پیش کی جاتی
ہے شد الازار میں مندرجہ ذیل حالات بیان کئے گئے ہیں۔

”تاج الدین اشہنی۔ اطلاع
درست روشنی از احوال این
شخص در جای بدست نیا در دیم
دلی گمان میکنیم بظن بسیار قوی کہ
ایں شیخ تاج الدین الاشہنی
باید پدر شیخ صدر الدین محمد اشہنی
سابق الذکر در ص ۳۰۷ حاشیہ ۸
باشد کہ بنقل از و صاف شمس
از احوال او را در آنجا ذکر نمودیم
در کتاب ”تحفۃ العرفان فی
ذکر سید الاقطاب روز بہان“
در فصل مشائخی کہ معاصر با شیخ
روز بہان بقلی (متوفی در سنہ ۱۰۰۰ھ)
بودہ اند ولی با او ملاقات
نہ کردہ بودہ اند حکایتی متعرجہ
یکی از ایشان موسوم بشیخ الاسلام
تاج الدین محمود اشہنی نقل می
کند بروایت از پسر ادا شیخ
صدر الدین محمد اشہنی کہ بواسطت
طول حکایت از نقل آن نہ ف
نظر گردید در مجل فصیح خوانی در

ہمیں کسی جگہ ان صاحب کے
حالات زندگی کے بارے صحیح
اور واضح معلومات حاصل
نہیں ہوئیں لیکن بہت ہی قوی
قیاس پر ہمارا خیال ہے کہ یہ
شیخ تاج الدین اشہنی شیخ
صدر الدین محمد اشہنی کے والد
ہوں گے جن کا ذکر اس کتاب
کے ص ۳۰۷ حاشیہ ۸ میں پہلے
ہی آچکا ہے اور وہاں ہم نے
ان کے بہت کم حالات و صاف
سے نقل کئے ہیں۔ کتاب
”تحفۃ العرفان فی ذکر سید الاقطاب
روز بہان“ کی اس فصل میں جس
میں شیخ روز بہان (متوفی سنہ ۱۰۰۰ھ)
کے ہم عصر ان مشائخ کا ذکر ہے
جن سے شیخ کی کبھی ملاقات
نہیں ہوئی ایک متعرج حکایت
ان میں سے ایک شیخ کے بارے
میں جو شیخ الاسلام تاج الدین
محمود اشہنی کے نام سے موسوم ہے

حوادث ۶۴۶ھ در ترجمہ احوال
شیخ سیف الدین یا خرمزی
متوفی در ۶۵۹ھ گوید کہ وہی
خرقہ تبرک از دست شیخ
تاج الدین محمود بن حداد الاشہنی
پوشیدہ است۔

ان کے فرزند صدر الدین محمد اشہنی
کی روایت سے نقل کی ہے،
جسے بہ سبب طوالت صرف نظر
کیا گیا ہے فصیحی خوانی مجمل
میں ۶۴۶ھ کے حالات کا ذکر
کرتے ہوئے شیخ سیف الدین
باخرزی متوفی ۶۵۹ھ کے احوال
کے تحت بیان کرتے ہیں کہ
انہوں نے شیخ تاج الدین محمود
بن حداد اشہنی سے خرقہ تبرک
(یعنی خلافت) پہنا ہے۔

حضرت مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۹۸ھ نے سلطان مجد الدین
طالبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں شیخ محمود اشہنی کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔
”چوں وہی را وفات رسید در
اندرون شہر ہرات تلامذہ خشک
وفیروز آباد دفن کردند شیخ محمود
اشہنی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ صاحب
رسالہ غایت الامکان فی معرفتہ
الزمان والمکان ست در گنبد
مقبرہ وہی مدفونست و این

جب ان کی وفات ہو گئی تو
خشک اور فیروز آباد کے تلامذہ
نے انہیں اندرون شہر ہرات
دفن کر دیا اور شیخ محمود اشہنی
(اللہ ان پر رحم فرمائے) جو رسالہ
غایت الامکان فی معرفتہ الزمان
والمکان کے مصنف ہیں انہی

کے مقبرہ میں دفن ہیں اور یہ
 شیخ محمود مولانا شمس الدین محمد بن
 عبدالملک کے (الذراں پر رحم
 فرمائے) شاگرد ہیں مولانا شمس الدین
 اکابر مشائخ اور محققین میں سے
 ہیں اور ان کی تصانیف میں
 زمان کی حقیقت اور اس کی
 تحقیق سے متعلق جو باتیں بیان
 ہوئی ہیں دوسروں کی مصنفات
 میں کم ملتی ہیں۔

شیخ محمود از اصحاب و تلامذہ
 مولانا شمس الدین محمد بن
 عبدالملک دہلوی است رحمہ اللہ
 تعالیٰ کہ از اکابر مشائخ و محققان
 ست و سخن در حقیقت زمان و
 تحقیق آن چنانچہ در مصنفات
 دیگر کم یافت شود^۱

ڈاکٹر بہمن کریمی نے رسالہ یزداں شناخت کے دیباچے میں عین القضاة کے
 حالات میں تحریر کیا ہے:

اور اسی طرح کا واقعہ تاریخ یافعی
 سے (سال ۵۲۵ ہجری) کے
 واقعات سے متعلق طرائق
 الحقائق میں نقل ہوا ہے۔

اس سال ابوالمعالی عین القضاة
 عبداللہ بن محمد ہمدانی فقیہ علامہ
 ادیب جو ایسے لوگوں میں سے
 تھے جن کی عقل اور ذکاوت

”وہچنین در طرائق الحقائق نقل
 از تاریخ یافعی جوہ حوادث سال
 (۵۲۵ ہجری) آمدہ است در
 این سال ابوالمعالی عین القضاة
 عبداللہ بن محمد ہمدانی فقیہ علامہ
 ادیب و یکی از کسانیکہ در ہوش
 و ذکاوت و مثل زدہ میشد کشتہ
 شد زیرا در سخنانش اشارت و

۱۔ جامی عبدالرحمن مولانا انعمات الانس من حضرات اللہ رس ص ۱۲۴ قول گوشتو کہتہ ص ۱۳۳

میں مثال دی جاتی ہے قتل
 کر دیے گئے کیونکہ ان کے
 اقوال میں ایسے اشارات اور
 رموز تھے جنہیں لوگ نہیں سمجھ
 سکے اور ان کی نسبت کفر و
 زندقہ سے کرتے تھے۔

بندے نے عرض کیا کہ مکتوبات
 عین القضاة ہمدانی بھی بڑی اچھی
 کتاب ہے لیکن پوری طرح
 گرفت میں نہیں آتی۔ فرمایا یہ
 ٹھیک ہے انہوں نے اسے
 ایک خاص حال میں لکھا ہے
 اور ایک خاص وقت میں جو
 ان پر آتا تھا اس میں اسے لکھا
 ہے بعد ازاں آپ نے زبان
 مبارک سے ارشاد فرمایا کہ وہ
 پچیس برس کے تھے کہ انہیں
 جلا دیا گیا اس عمر میں یہ عجیب
 و غریب کارنامہ قوت جوانی

رموزی بود کہ مردم در نمی یافتند
 وادرا بکفر و زندقہ نسبت می
 کردند^۱

”بندہ عرض داشت کرد کہ
 مکتوبات عین القضاة ہمدانی
 ہم نیکو کتابیست ولی بتمامی
 ضبط نمی شود فرمود آری کہ آن
 را از سر حال بنشسته است
 از سر وقت کہ اورا بود بنشسته
 بعد ازاں بر لفظ مبارک راند کہ
 او بست و پنج سالہ بود کہ ادرا
 بسوختند۔ عجب کاری در او
 سن کہ غایت قوت جوانیست
 اورا چنداں شغل و تعلق بحق
 بود بس عجب کاری بود آن^۱“

۱۔ رسالہ سزوں شناخت، نوید القواد جلد اول مجلس سی و سوم ۱۳۲-۱۳۱ لاہور ۱۹۶۶ء
 ۲۔ حصر علماء سبزی

کی انتہا ہے۔ انہیں حق تعالیٰ
سے اس درجہ تعلق اور اس کی
ذات میں اتنا انہماک تھا یہ
ان کا عجیب و غریب کارنامہ
ہے۔^{۱۰}

غایتہ الامکان کی تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے صاحب رسالہ نے وہ
حقیقت بھی ظاہر کر دی ہے جو ان کے اور معاندین کے مابین باعث نزاع بنی اور اس
رسالے کا موضوع بھی ہے:

ایک دفعہ برسبیل تذکرہ حسب
گفتگو زوروں پر تھن ہی رہی
زبان سے نکل گیا کہ لفظ مکان
چونکہ احادیث میں آیا ہے اس
کا انکار نہ کرنا چاہیے لیکن ہر چیز
کے مکان کو جاننا پہچاننا چاہیے
تاکہ تشبیہ کا گمان باقی نہ رہے
بس یہ کہنا تھا کہ شور بختوں اور
کو ردلوں کی ایک جماعت نے
تعصب اور حسد، عناد اور
انکار کی راہ سے اس بات کو

”وقتی در اثنای سخن و حالتی گرم
بر زبان ما برفت کہ لفظ مکان
در اخبار آمدہ است آں را
انکار نباید کرد و لیکن مکان ہر
چیزی باید شناخت تا تشبیہ
از راہ بر خیزد، پس جماعتی
کو ردلاں دشور بختاں از سر
تعصب و حسد و عناد و وجود
ایں کلمہ را دست آویز گردند و
بر بجانیدن ما میاں در بستند
و رقم تشبیہ بر ما کشیدند و بتکفیر

^{۱۰} یہ ترجمہ پروفیسر محمد سرور کے فوائد النواد کے اردو ترجمہ سے نقل کیا گیا ہے۔
لاہور ۱۹۸۷ء طبع دوم

ما حکم دادند و فتویٰ دادند تا
 ناچار از بہر اظہار برائت ساحت
 خود از غبار تشبیہ این مخدرہ
 عذر را بر آں عنیناں علم
 طبیعت عرض بایست کرد
 و این یوسف با جمال را بدال
 کوردلاں جلوہ بایست داد^۱

دستاویز بنایا اور ہمیں تکلیف
 پہنچانے پر کمر بستہ ہو گئے اور ہم
 پر تشبیہ کا الزام اور کفر کا حکم
 لگایا اور فتویٰ دے دیا۔ تب
 مجبوراً اپنی ذات کی برائت
 کے لئے اس پردہ نشین دوشیزہ
 کو تشبیہ کے غبار سے نکال کر
 ان نامرد طبعی والوں پر ظاہر کرنا
 پڑا اور اس یوسف پر جمال
 کا جلوہ ان کوردلوں کو دکھانا پڑا۔

جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے اور اب پھر تسلسل مضمون کے خیال
 سے اعادہ کیا جاتا ہے شد الا زار اور نفحات الانس کے بیان کے سے کہیں یہ بات
 ظاہر نہیں ہوتی کہ شیخ محمود اشنوی پر تکفیر کا حکم اور الحاد و زندقہ کا فتویٰ عائد کیا گیا ہو
 اگر ایسا ہوتا تو ابوالقاسم معین الدین جنید شیرازی اور مولانا جامی علیہ الرحمۃ اس امر
 کی نشاندہی ضرور کرتے علاوہ ازیں کسی محقق نے بشمول سعید نفیسی شیخ محمود اشنوی پر
 کفر کے فتوے یا علمی نزاع کا ذکر نہیں کیا ہے ان حالات میں وہ شخص کون ہو سکتا ہے جس
 پر اس کے دینی معتقدات کی بنا پر کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا ہو اور وہ اپنے معاندین کے
 بے جا الزامات کا ذکر کر کے اپنی برائت کے مسئلے کے مالہ و معالیہ پر ایک رسالہ تصنیف

۱۔ غایت الامکان فی درایتہ المکان ص ۳۲۳ نسخہ کردہ۔ ۲۔ ترجمہ فرمنش تہران ۱۳۲۵ ش
 ۳۔ ملاحظہ فرمائیں تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی جلد اول ص ۲۸۱
 جلد دوم ص ۲۵۷ از سعید نفیسی تہران ۱۳۲۵ ش

کرے، ظاہر ہے کہ وہ عین القضاة ہمدانی ہی ہو سکتے ہیں جو اپنی بر ملا گوئی اور حقیقت
یابی کے جرم میں دار پر چڑھائے گئے اور پھر ان کے تن مردہ کو سپرد آتش کر دیا گیا۔

بتا کر دند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایس عاشقان پاک طینت را

صابری صاحب نے شیخ محمود اشنوی کے صاحب رسالہ ہونے کے سلسلے میں

ایک اور قیاس حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ظاہر

کیا ہے جس کی تنقیح کا فرض ادا کرنا بھی ضروری ہے صابری صاحب فرماتے ہیں :

”رسالہ کے اثرات کا اولین اظہار جو نوکِ قلم پر آیا، خواجہ محبوب الہی دہلوی

۷۵ء کے ہاں ملتا ہے۔ میر خورد نے سیر الاولیاء میں ان کی ایک تحریر نقل

کی ہے جو دراصل اسی رسالے کا موجز و ملخص ہے لیکن اس میں کسی

وجہ سے زمان و مکان الہی کے مباحث شامل نہیں ہیں، خیال ہے

کہ یہ رسالہ آپ کو شیخ سمرقندی بدرالدین سے عاریتاً ملا ہوگا جو شیخ

سیف الدین باخرزی کے خلیفہ اور برصغیر میں سلسلہ فردوسیہ کے مؤسس

اعلیٰ ہیں۔“

الفاظ تحریر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو کی حیثیت ایک احتمال سے

زیادہ نہیں۔ ساری بات فعل ماضی شکی پر ختم ہوئی ہے اور قوت یقین سے ماری ہے حضرت

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

آپ نے عین القضاة ہمدانی کی تین تصانیف کو بالیقین ملاحظہ فرمایا ہے جن میں

سے مکتوبات عین القضاة کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا ہے دوسری تصانیف

۱۔ رسالہ نزول شناخت بیابہ ص ۷
۲۔ غایت الامکان فی معرفت الزمان و الامکان شائع کردہ نذر صابری مقدمہ ص ۱

غایتہ الامکان جس کا خلاصہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریری یادداشتوں میں میر خور دگرمانی (متوفی ۱۰۷۰ھ) کو ملا اور جسے انہوں نے سیر الاولیاء میں بہ عنوان نکتہ فضیلت بر مکان بر مکان و زمان بر زمان و حقیقت زمان و مکان شامل کر دیا ہے تیسری کتاب لوائح عین القضاة ہمدانی ہے اس کی شہادت بھی سیر الاولیاء میں موجود ہے۔ یہ فرمودات عشق کی خصوصیات اور اس کے ثمرات کے بارے میں ہیں۔ لوائح اور سیر الاولیاء کے اقتباسات بطور اثبات دلیل پیش کئے جاتے ہیں۔

ملفوظ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

”حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ می فرمودا لعشق آخر درجات المحبت والمحبۃ اول درجات العشق وہی فرمود کہ عشق از عشق اند۔ ایس عشقہ گیاہ است کہ در باغہا روید و بدرخت بر رود۔ اول بیخ خویش در زمین سخت کند پس شاخہا بر آرد و بر درخت پیچد، بچنیں می رود تا جملہ درخت را فرا گیرد و چنانش در شکنجہ کشد کہ می در میاں رگہائی درخت نما نہ ہر دبا دی کہ بواسطہ

لوائح عین القضاة ہمدانی

”آنچہ عشقہ بر شجرہ می پیچد تا اور از بیخ بر می آرد و ندادت اورا در خود می آرد نہ از عداوتت و نہ از محبت، خود خاصیت او آنست کہ با ہر شجرہ کہ دست در مکر آرد اورا از بیخ بر آورد، بچنیں عشقہ عشق بر شجرہ نہاد روح عاشق ازاں می پیچتا اورا از بیخ ہستی بر آرد و لطافت اورا در خود آرد زیرا کہ خاصیت او آنست کہ با ہر کہ در آید خون او پرزد۔ اورا با کس عداوت

کے میر خور دگرمانی سیر الاولیاء ص ۵۷ لاہور ۱۹۷۷ء

نیست و محبت ہم نہ ہر اثر کہ
ظاہر کند بخاصیت وجود کند نہ
آب و ہوائی آں بد اں درخت
می رسد تاراج کند تا از گاہ کہ درخت
خشک شود و می فرمود چون عشق
در آدمی پدید آید از وی جدا نشود تا
انسانیت را باطل نکند چنانکہ
عشق بر درخت پدید درخت
را خشک کند، عشق بر آدمی
ہماں کند کہ عشق بر درخت^۱۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تینوں تصانیف (مکتوبات ،
غایتہ الامکان اور لوائح) کس ذریعہ سے حاصل فرمائیں اس پر بغیر ثبوت
محکم کے قیاس آرائی اور گمان سازی تحقیق کے نقطہ نظر سے بے عیار ہے۔ محض اس
قیاس سے کہ شیخ بدر الدین سمرقندی متوفی ۶۹۸ھ سے رسالہ غایتہ الامکان محبوب الہی
رحمۃ اللہ علیہ نے عاریتاً لیا ہوگا یہ رسالہ شیخ محمود اشنوی کی تصنیف کس طرح ثابت
ہو سکتا ہے بلکہ اس سے تو دوسرے قیاس کو تقویت ملتی ہے کہ عین القضاة کی یہ
تینوں تصانیف ایک جلد میں تھیں اور حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں
ایک ساتھ ملاحظہ فرمایا اور عین القضاة کے لئے کلمات خیر ادا فرمائے جو گزشتہ
اقتباسات میں پیش کئے جا چکے ہیں لیکن یہ قیاس بھی کس لئے کیا جائے جبکہ دلائل
سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسالہ غایتہ الامکان فی درایتہ الامکان عین القضاة ہمدانی

۱ رسالہ لوائح عین القضاة ہمدانی ۱۲-۱۳ مشمولہ احوال و آثار عین القضاة
شائع کردہ ڈاکٹر جمشید منشی ہران ۱۳۳۵ھ
۲ سیر الامالیہ ص ۱۲۱

کی تصنیف ہے شیخ تاج الدین محمود اشنوی سے بلا ثبوت منسوب کر دی گئی ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

اب اس مسئلے کا وہ پہلو جسے دانتہ طور پر موخر کیا گیا ہے پیش کیا جا رہا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سب سے پہلے عین القضاة ہمدانی کی تصانیف کے موضوعات بشمول غایتہ الامکان بیان کئے جائیں گے، ان کے تخلیقی رویے کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے گا بعد ازاں ان کے اسلوب، لب و لہجہ اور طرز نگارش پر گفتگو ہوگی اور ان کی تصانیف سے ایسی مثالیں اور اقتباسات مع غایتہ الامکان پیش کئے جائیں گے، جو ان کی طرز خاص کا منظر ہوں ساتھ ہی ساتھ یہ اعتراف بھی ضروری ہے احقر اقم السطور کو صاحب زبان یا زبان داں ہونے کا دعویٰ نہیں ہے مطالعہ کتب سے جو ذوق و شعور حاصل ہوا ہے اپنی علمی بے بھاضمتی اور کم مائیگی کے احساس کے ساتھ اہل نظر کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں، رد و قبول کا فیصلہ بھی وہی فرمائیں۔

سب کے جوہر نظر میں آئے درد

بے ہنر تونے کچھ ہنر نہ کیا

عین القضاة ہمدانی کی تصنیفات کے موضوعات اگر مختصر لفظوں میں بیان کئے جائیں تو ایمانیات اور عشق و فنائیت ہیں۔ یہ ایک اصل ہے باقی سب اس کی فرع ہیں۔ ان کی تصنیفات میں بہت کم کتابیں یا رسالے شائع ہوئے ہیں اکثر تصانیف غیر شائع ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض نایافت ہو گئی ہوں بہر حال ڈاکٹر رحیم فرمنش نے مولفات عین القضاة میں جن تصنیفات سے استفادہ کیا ہے انہوں نے اپنے مقالے میں ان کا ذکر کر دیا ہے، علاوہ ازیں انہوں نے شکوی الغریب میں درج شدہ تمام تصانیف کی فہرست بھی فراہم کر دی ہے۔ یہاں ان تصانیف کی تفصیل پیش کی جاتی

لہ احوال و آثار عین القضاة ص ۱۳۱

ہے جن سے ڈاکٹر صاحب موصوف نے استفادہ کیا اور احقر راقم السطور نے بھی حسب استطاعت فائدہ حاصل کیا ہے :

۱۔ رسالہ یزداں شناخت فارسی
اس رسالے کا موضوع معرفت الہی ،
صفات الہی معرفت نفس اور ربوبات
و معجزات و کرامات میں ڈاکٹر بہمن کرمی
نے ۱۳۲۷ھ ش میں اسے تہران سے
شائع کر دیا ہے ۔

۲۔ رسالہ جمالی فارسی
یہ رسالہ حسب صراحت ڈاکٹر فرمنش
مکتوبات میں شامل ہے اور تمہید سے
مستنبط ہوتا ہے کہ سلف صالحین کا
مذہب اس کا موضوع ہے ۔

۳۔ رسالہ لوائح فارسی
اس رسالے کو عین القضاة نے خواجہ
احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۵۷ھ کی
تصنیف "سوانح" کی پیروی میں تحریر
کیا ہے اور عشق او کیفیات عشق
اس کا موضوع ہے ۔

۴۔ تمہیدات فارسی
اتمد بن محمد کریم التبریزی نے اس رسالے
کو شیراز سے ۱۳۳۲ھ ش میں شائع کیا

۱۰۲	۱۰	احوال و آثار عین القضاة
۱۱۲	۱۱	ایضاً
۱۱۳	۱۲	ایضاً

ہے اس کا موضوع حقیقت قرآن ۔
طالب اس کے شرائط نبوت ، ولایت
ایمان ، افعال باری تعالیٰ ، فرق اسلام
و ایمان ، حقیقت نماز ، زکوٰۃ ، صوم و
حج ، حقیقت عشق ، حقیقت روح
بعض احادیث کی شرح ہے ۔

ان کی تعداد ۱۳۱ ہے ۔

۵۔ مکتوبات فارسی

۶۔ غایت الامکان فی درایت

المکان فارسی ۔

حقیقت توحید ، حقیقت زمان و
مکان الہی اس کا موضوع ہے ، ڈاکٹر
فرمنش نے ۱۳۳۸ھ میں تہران
سے شائع کر دیا ہے ۔

۷۔ زبدة الحقائق عربی ،

نسخہ خطی مملوکہ ڈاکٹر مہدوی ۔ اس کا
موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات
کا علم حقیقت ایمان ، نبوت و
قیامت ہے ۔

۸۔ شکوی الغریب عربی

اس رسالے کو محمد بن عبدالجلیل نے
۱۹۳۰ء میں مجلہ آریاتیک میں شائع
کیا ۔ رسالے کے آخر میں مذہب
سلف کے علاوہ اللہ تعالیٰ ایمان

اور اس کی صفات نیز ایمان بالنبوة

اور ایمان بالآخرة پر روشنی ڈالی ہے۔

مذکورہ کتابوں کی تفصیل موضوعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غایتہ الامکان فی درایتہ المکان بھی برادر تصانیف میں شامل ہے، غیریت اور اجنبیت کے داغ ندامت سے شرمسار نہیں ہے اس میں بھی گہرائی اور گیرائی موجود ہے جو عین القضاة کی تصانیف کا طرہ امتیاز ہے اور ان کے تخلیقی رویے کا پرتو بھی اسی شان اور انداز سے منعکس ہے جس طرح ان کی دیگر تصانیف سے عکس پرت ہے۔

عین القضاة کا تخلیقی رویہ کیا ہے؟ اس نکتے کو سمجھنے کے لئے یہ حقیقت مد نظر رہے کہ وہ علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد بچہ قضا ما مور تھے۔ خود ان کا لقب عین القضاة علم و فضل پر دال ہے۔ علم ظاہر کی اس آراستگی کے ساتھ ساتھ علم باطن کی دولت سے بھی انہیں حصہ ملا۔ وہ اپنے عہد کے دو بڑے شیوخ محمد بن حمویہ متوفی ۳۵۳ھ اور خواجہ احمد غزالی متوفی ۴۵۰ھ جہا اللہ تعالیٰ کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ تھے۔ نیز خود اپنے قول کے مطابق سوائے طلب فنا انہیں کوئی شغل نہ تھا۔ ایسا شخص جب ان تمام محاسن کے ساتھ تصنیف و تالیف کی جانب متوجہ ہو تو کیسے کیسے دل آویز و دل کش عکس اس کے نوک خامہ سے منعکس ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ عین القضاة کی تالیفات نہ محض علم خشک و تحریر بہ مغز کا پشتارہ ہیں اور نہ جذب عشق و دیروں مینی کی ایسی پرواز ہیں جو ہمال و اہرام پر منتج ہوں اور قاری سرگشتگی و توحش سے سراسیمہ ہو جانے بلکہ ان کی تحریروں میں علم و حقیقت کا ایسا حسین امتزاج ہے جو قاری کے لئے باعث کشش ہے وہ بنیادیں نور پر ایک جوتی

۱۔ احوال و آثار عین القضاة ص ۱۶۲
۲۔ نفحات الانس ص ۲۶۵

۳۔ فوائد الفوائد ص ۳۲
۴۔ نفحات الانس ص ۲۶۵

متکلم ہیں جن کا علم کلام معتزلہ کے مانند بے جا و زبانش ذہنی نہیں ہے بلکہ ایسی روشنی ہے جسے اقبال نے دانش نورانی کہا ہے۔ ان کی تصانیف میں بشمول غایتہ الامکان ایسے حصے آتے ہیں جہاں محسوس ہوتا ہے کہ ایک شعلہ نور اعماق قلب سے نمودار ہوا ہے اور ان کی آن میں قاری کو استعجاب اور مسرتوں کی کیفیات سے ہمکنار کرتا ہوا دور بہت دور اپنی اصل سے واصل ہونے کے لئے فضائے بسیط میں گم ہو جاتا ہے۔ یہ عین القضاة کے تخلیقی عمل کا انداز و رویہ ہے جس کے باعث صاحب طرز ادیب کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ غایتہ الامکان اور لوائح سے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیں دونوں میں جذب باطن اور سوز دروں کی حد درجہ یکسانیت اور مماثلت ہے۔

غایت الامکان :- "آری جانانا کی گرد عالم پوئی و از زیر و بالا سخن گوئی
خلاصہ وجود توئی و سرچشمہ شہود توئی، در وجود خود نگر و فی النفس کم افلا
تبصرون تا ہر چہ در کل عالم اثبات کردی در وجود خود عیاں بینی کہ فتوح
و دولت تو اینجاست۔ بوفای مسلمانا بر تو کہ اس فصل را مسلمان وار
بنیوش و حلہ حرمت و حضور در پوش تابرانی بل کہ یہ بینی کہ آنکہ ناگزیر
تست در میان جان و دل تست"۔

رسالہ لوائح :- "عشق روی در خود آرد پس ہموشا ہد است و ہموشہود
و عشق خود را شناسد پس ہموشا ہد است و ہموشہود، در ہوا خود پر و ہوشکار
از عالم خود کند پس ہموشکار است و ہموشیاد، آنچه بایدش در عالم خود
یا بد پس ہموشا ہد است و ہموشلوب، نظر از خود بردار دو بر کسی نہ نگارد
پس ہموشا ہد است و ہموشقصد"۔

۱۔ غایت الامکان فی درایت الامکان ص ۳۱
۲۔ احوال و آثار عین القضاة ص ۳۲ لوائح ص ۳۵

اہل نظر اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ لب و لہجہ قطعی طور پر ذاتی اور شخصی ہوتا ہے۔ تیر نے اس شعر میں اسی حقیقت کو بیان کیا ہے۔
ہم سے خوش زمزمہ کہاں یوں تو
لب و لہجہ ہزار رکھے ہیں

انگریزی تنقید میں ایک قول بہت معروف ہے، ناقدین ادب نے اسے بار بار دہرایا ہے "اسلوب شخص کا لباس نہیں بلکہ خود شخص ہی ہوتا ہے"۔ نیز اہل نظر اس راز سے بھی آشنا ہیں کہ لب و لہجہ وہ واحد خوبی ہے جس میں کسی طرح کی آمیزش کی گنجائش نہیں ہوتی اگر کوشش کی جائے تو فاعل کے پھوٹ پھوٹ اور بدسلوکی کا اظہار کسی نہ کسی طور ہو ہی جاتا ہے یہاں عین القضاة کے مخصوص اسلوب اور لب و لہجہ کی چند مثالیں، یزداں شناخت، مکتوبات، لوائح، تمہیدات اور غایتہ الامکان سے دی جاتی ہیں جن میں مکمل طور پر اسلوب کی ہم آہنگی اور لہجہ کا اشتراک نمایاں ہے۔

یزداں شناخت :- "وایں جوہر علوی را کہ بدیں بزرگی بتو دادہ اند"

اور اب علم و عمل بدرجہ فریشتگان مقرب میتواں رسانید و سعادت

ابدی حضرت سرمدی حاصل می تو اں کرد۔ چہ ابرضد آں کنی و اورا بدرجہ

سگ و خوک و گاؤ و خر سانی؟ و از بہر خوردنی و پوشیدنی و حسانی کہ

روزی چند بجا ریت بنیشینی بے چارہ را در ہلاک و شقاوت ابدی افگنی؟

کہ مرد بحقیقت آنست کہ مردانہ وار روی بکار آں جہاں آور دچنانک

فردای روز قیامت اور اندامت نباشد و ایں حال روحانی بمعنی

و یقین اور احاصل آید فکشفنا عنک غطاؤک فبصرک الیوم حدید

مکتوبات :- "و ایں قدر کہ در ایں چند مکتوب نوشتم اگرچہ سخت کودکانہ

۱۰ یزداں شناخت ص ۳۴

است عالمی بگردی و از هیچ کس یک کلمه از این نشنوی و تجربه از
این نیز میکن که زیبایی ندارد و از معانی صفات ازل هر کجا که دعوی بینی
چیزی پیرس و این نوشته ها پیوسته میخوان و چنان نکن که یکبار
فرو میخوانی سرسری و از دست بدھی و ترس از این مکتوبها در دست
نامستعدان نهادن مگردانی که او را از این گفتنی است و ترس از آنکه
این مکتوبها همه دیگران را بود و ترا از آن هیچ نصیب نباشد^{له}

رساله لوائح به شهباز محبت از شجر عزت در پرید بعرش رسید، عظمت
دید در گزشت، بگری رسید و سعت دید در گزشت بهشت رسید
نعمت دید در گزشت، بجاک رسید محنت دید بروی نشست.

که در بیان از عالم خود ندا کردند و گفتند ای وصف پادشاهی ترا با خاک
یکدرجه آشنائی، خاک را از تو بچه نسبت روشنائی گفت او محنت من
داد من محبت نقطه که او پر ز بردار دو من در زیر دارم و عشق در محلی که
اثبات یابدم او را از پروز بر کند^{ته}

فصل: دیدۀ عقل از ادراک حقیقت عشق محبوب است عقل را قوت دیدن نور
عشق نباشد زیرا که عشق در مرتبه ما وراء عقل است و خود در طوری دیگر عقل را قوت
ادراک او نتواند بود عشق در رست در صدف جان نهان و جان در دریای قضا
غوص کرده، عقل بر ساحل دریای قضا متوقف می شود و از خوف نهنگان بلا قدم
پیش نتواند نهاد. ای درویش عقل استاد مکتب معاش و معاد است اگر قدم درین
مکتب نهاد اطفال این مکتب با موختن ابجد عشق در کارش آرد عزیز می گفته است:

له احوال و آثار عین القضاة ص ۱۲۶
له لوائح ص ۱۳، ص ۱۴

ابجد عشقت چو بیا موختم پیرهن محنت و غم دوختم
 کار غمت هم ز غمت ساختم دام غمت هم ز غم اندوختم
 حاصل عشقت سه سخن پیش نیست سوختم و ساختم و توختم

تمهیدات :- "اول ما خلق اللہ نوری، نور او را ابتدا و منشاء همه
 اختلافها و قسمتها کردند که فطرت اللہ التي فطر الناس علیها لا تبديل لخلق اللہ
 این باشد دانم که ترا در خاطر آید که محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) را ثمره شجره الہی می
 خوانند این چگونه باشد اگر خواهی که شکست بر خیزد نیک گوش دار اگر چه
 از برای این سخن خونم بخور ایمن سخن امام درینغ نخواهم داشتن و تبرک
 خود بخورم گفتن دیگران چون که در بند خود بودند یا را از سره گفتن نداشتند
 تمهیدات :- درینجا کلمات آن جهانی را با لوح و کاغذ کوا آوردیم آن
 کس که هنوز حرف نشناسد خط مغلوبات را خواندن جهل بود و دانستن
 مغلوب از وی تمنا باشد"

غایب الامکان :- خداوند این مخدرة غیبی را که هزاران سالست تا بحجاب
 عزت محتجب است و بنقاب نور از دیده اغیار مستور، بردست
 مشاطه هدایت و توفیق بر طالبان آخر الزمان جلوه کن و تشنگان آخر الزمان
 را که در بیداری حیرت سرگردانند بردست ساقی لطف شربتی شانی
 فرست، عمر عالم با آخر رسید آخر ایس و سال چون ماه از به کدم شایان
 ناک زدند پادشاهها! این سر اعظم را و این بد لازم را به بیانی روشن و شنی
 مبین و مبرهن مقرون گردان تا بود که گم گشتگان تیرا ۱۰۶۱ روافتادگان
 غرقاب انکار و میش صورتان که در دریدن پوشتین بندگان رگ محنت

له حوس و آثار عین قضاة ص
 ایضا

گشتہ اندوخر من عمل ریزہ خود را با آتش غیبت می سوزند و بباد بدگمانی بر می
دہند بخورد دلالت تو از دلالت جہالت بر ہندی دلیل المتحرین و یا الرحم
الراحمین ^{لہ}۔

روشِ تحسیر اور طرز نگارش کی چند اور مثالیں ان تصانیف کے دیباچوں سے
دی جاتی ہیں جن کی یکسانیت اور مماثلت اظہر من الشمس ہے۔

رسالہ جمالی :- بسم اللہ الرحمن الرحیم، بہترین چیز ہا شکر است مر خدا پر اکہ
دارندہ دو جہانست و دارندہ آشکارا و نہانست۔ بس درود بر ^{مصطفیٰ}
کہ سپرد ولد آدم ست و رحمت ایں عالم است و آن عالم۔ و بر اہل
بتیش کہ نور شریعت محمد اند و از جہت خدای تعالیٰ منصور و مومند اند۔
اما بعد بدانکہ چون اہل ضلالت بسیار کس اند و واجب دیدیم عنایت
تمودن در بیان مذہبی کہ سلف صالح بر آں بودہ اند و خواص و عوام
را بداراں اقتدا فرمودہ اند و کتابی کردیم دریں معنی بتنازی و رسالہ علانیست
نام کردیم از بہر خزانہ مولانا تاج الدین علاء الدولہ و چون از کتاب بہر ختم
ایں رسالہ بیاری بساختم از بہر پادشاہ زادہ جمال الدین شرف الدولہ
و ایں کتاب را نام رسالہ جمالی کردیم و تفصیلش در سہ فصل یا و کنیم
ان شاء اللہ ^{لہ}۔

رسالہ یزداں شناخت :- الحمد للہ رب العالمین و صلوتہ علی خیر خلقہ
محمد وآلہ الجمعین، چون ایزد تعالیٰ از جناب قدسی ازلی و پدہ غیب
قدم، بندہ از بندگان خویش برگزید و لباس سعادت و حلیت کرامت

دردی پوشاند و رقم اصطفیناہ فی الدنیا بر تاصیہ او کشید، ظاہر ترین
دلائل اس عنایت و لائح ترین وسائل اس رعایت آں بود کہ در اوایل
کار، متاع و طبیبات آں عالم بروی عرضہ کند، و او را از آن نصیبی کامل
و حظی وافر شامل گردانند۔ پس آں گاہ در میان حطام دنیا و زخارف اس
عالم کون و فساد او را بیا گاہند و بفیض علوی و تائید سماوی تحرکی و تنبہی
کنند تا او را محقق شود و یقین براند کہ سعادت و کرامت سرمدی، سعادت
و کرامت آں جہان نیست و نعیم ملک حقیقی نعیم ملک جاودانی، نہ
سعادت ملک مجازی اس جہانی۔ پس چون اس ضعیف را از مجلس
عالی اس حال معلوم بود و استعداد او در تحصیل شرف نفس می دیدم و
صدق رغبت او بدانتن اس علم ثریف دانستم، خواستم کہ تقریبی نمایم
بحضرت او و تحفہ سازم مجلس او را، و حق گردانم کہ بالا کی ہمہ حق ہاست
بلکہ قدرت بشری از رعایت اس حق قاصر ماند۔ اس رسالت را
بپاری ساختم و تا اس (زماں) از محققان حکما از متقدمان و متاخران
مانند اس نساختم اند۔ و اس رسالہ را نام یزدان شناخت نہیادم و
بر سہ باب قسمت کردم۔“

تمہیدات :- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سپاس خدای را کہ آفرید عالم
را نہ از اصلی و نہ بر مثالی و استعانت بگردگار معینی یعنی بیاری او
و مرادوی از آفریدن عالم نہ آں بود تا خود را منفعتی از اں حاصل
کند یا مضرتی از خود دفع گرداند بلکہ بآفریدن پیدا کردن قدرت و ظاہر
کردن علت را تا ماقلاں توفیق وی راہ یا بند و بدانند کہ او سبحانہ

تعالیٰ حی است و قدیم است و مرید است و سمیع است و بصیر است
و متکلم است و حکیم است و قادر است و باقی و یفعل اللہ ما یشاء
و حکم ما یرید۔ ہرچہ خواست کرد و ہرچہ خواہد کند نہ از طاعت مطیعان
احدیت اور اکمالی و آرائشی نہ از معصیت عاصیان صمدیت اور
نقصانی و آرائشی۔ ہرکہ طاعت کرد آن نثاری بود کہ بہر خود کرد و ہرکہ
معصیت کرد آن تبری بود کہ برپای خود زد۔ از تکاپوی آب و خاک
مقدس است جلال او از گفتگوی خلایق منزہ است کمال او لم یلد
و لم یولد و لم یکن له کفو احد۔ و صد ہزار ان صلاة و صلوات و تحیات
مبارکات بہ کالبد شریف و روح لطیف و خاک پاک آن صدر
نبوت و تاج فتوت و ختم رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
باد و بر خلقای نامدار و فرزندان دی کہ ہمہ سادات ملت و مہتبران
شریعت اند و سلم تسلیماً کثیراً۔ اما بعد اس کتاب را تمہیدات نام نہادیم
و بدہ تمہید قسمت کردیم برای عارفان و ارباب تحقیق و واقفان معنی
تادیس تا ملی شافی کنند و تفکری صافی نمایند تا تذکری ایشان را حاصل
گردد و ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۱۲

غایتہ الامکان :- "اعلم احسن اللہ تعلیمک و تفہیمک کہ چون پادشاہ عالم
تعالیٰ و تقدس بہ بندہ خیری خواہد اور انجود آشنا گرداند و بقرب خودش
بینا کند تا پیوستہ از قرب او اندیشد و ہموارہ اور با خود و خود را با او بیند
لاجرم حرمت و تعظیم صفت او گردد و اورا ہر دم راحت و انس می
افزاید و دولتی از لو حاصل می شود و ہر شقاوت و حرمان کہ برورد در آن

راہ یافت از آں یافت کہ خود را بوم و خطا و خیال فاسد از حضرت
 مقدس او دور شمرند و بحجب غفلت از نواخت حضرت محبوب گشتند
 و صفت قرب بوم کثر ایشان باطل نشود لیکن ایشان از دولت قرب
 و فوائد آن محروم ماندند و بسبب توہم بعد از آں حضرت ہزاراں بی ادبی
 و بواجبی از نہاد ایشان سر بر زد و مستوجب عذاب گشتند و العیاذ باللہ
 نو میزدیستم کہ صاحب دولتی از سر
 در و طلب دریں نوشتہ نگاہ کند و ازیں گنج معرفت برخوردار شود و ما
 را بدعای خیر یاد دارد اکنون بیش از شروع در غوص این رسالہ فصلی در
 توحید بنویسم تا مائل منصف را معلوم شود کہ تشبیہ خود راہ روندگان
 امکان ندارد چہ در چشم شہود ایشان جز حق تعالی ہیچ چیز را خود وجود
 نیست و نتواند بود پس حق تعالی را بچہ تشبیہ کنند چون با او خود ہیچ
 چیز نیست و این مجموعہ را غایت الامکان فی درایتہ المکان نام کردیم
 حق تعالی این کتاب شریف را سبب زیادتی ایمان و معرفت خوانندہ
 و شنوندہ کند و ما را فتنہ خلق و خلق را فتنہ ما مگرداناد بلطفہ و کرم
 و سعیتہ

عین القضاة کے اسلوب کی ایک خصوصیت مخاطبت و محاورہ ہے یہاں
 تمہیدات مکتوبات اور غایت الامکان سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ کہا جاسکتا
 ہے کہ بہت سے ادیبوں نے پسندیدہ طرز کی تقلید کی ہے لیکن یہ مسئلہ تقلید کا نہیں اسلوب
 اور لب و لہجہ کا ہے۔ صاحب طرز کا اسلوب ہمیشہ منفرد رہتا ہے اور جانا پہچانا جاتا ہے
 غالب کی مثال موجود ہے ان کی طرز میں جعلی غزلیں اور خطوط لکھے گئے لیکن اہل نظر

نے اپنے ذوق کامل کی بنا پر اصل اور نقل کا فرق محسوس کر لیا۔ غایتہ الامکان اور تمہیدات سے جو مثالیں دی جا رہی ہیں ان میں بنیادی عنصر لب و لہجہ ہے جس میں نقل یا تقلید کا امکان پیدا ہی نہیں ہو سکتا چند جملوں ہی میں بات بگڑ جاتی ہے چہ جائیکہ پوری تصنیف کسی طرز اور لب و لہجہ کی تقلید ہو۔ اس اصول کے عرض کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اگر شیخ محمود اشنوی نے غایتہ الامکان عین القضاة کے لب و لہجہ اور طرز کی پیروی میں تصنیف کی ہے تو یہ امکان محالات عقلی سے ہے بہر حال درج ذیل اقتباسات سے تمام امور واضح ہو جائیں گے:

تمہیدات :- "ای دوست دین و طالب کلمات حق الیقین بدان کہ از سوالات تو جواب خواہم گفتن یکی اللہ نور السموات والارض و دیگر اول ما خلق اللہ نوری سیم المؤمن مرآة المؤمنؑ"

"ای دوست اگر خواہی کہ سعادت ابدی ترا میسر شود و یک ساعت صحبت یک حلولی را در یاب تا بدانی کہ حلولی کیست؟"

"ای دوست اگر تو خواہی کہ اشکال تمام حل شود بدان ہر مذہبی کہ ہست آنکہ مقرر و ثابت بود کہ قالب و بشریت بر جا بود و حکم و خطاب و تکلیف بر قالب است مادام کہ بشریت بر جا باشد"

"کامل الدولہ نوشتہ بود کہ در شہر میگویند کہ عین القضاة دعوی خدائی میکند و بقتل من فتوی میدادند۔ ای دوست اگر از تونیز فتوی خواہند تونیز فتوی بدہ من ہمہ را ایں وصیت می کنم کہ فتوی ایں آیہ

۱۲۴
۲۳
۵۱

نولیند ولله الاسماء الحسنیٰ فادعوبہا وذر والذین یلحدون فی
اسمائہ من خود ایں قتل در سماع بدعانی خواہم
مکتوبات بہ: جوان مرد اتاکی؛ در خدمت شرف شاہ چرا خدمت خدای
توانی نکنی کہ ترا و شرف شاہ را از قطرہ بیا فرید
ای عزیز اگر گویم شب و روز جز بمعصیت مشغول نیستی برنجی
غایتہ الامکان: ای جوان مردی داں کہ ایں بیان کہ نوشتہ آمد کلید
کنج معرفت ست کہ ہدست تو دادم بل کہ در خزائن اسرار بکرست
کہ بر تو کشادم
ای جوان مرد اگر تو کلمہ ندانی شنود بسبب تنگ حوصلگی علم تو
بود و چون براں انکار کنی و گوئی ایں خود نیست پس مجال علم تنگ گشت
و بارگتی ہز رنگ شد

ای جوان مرد انصاف نمی دہی آخر اسرار صمدیت در مسائل
سلم و رہن و شفقہ و اجارت چگونہ محصور گشت و دانستن آن بر
اہل آن از چه سبب روانیست و چگونہ مقصور شد ای عجب
تمام داخلی اور خارجی شواہد سے یہ ثابت ہوا کہ رسالے کا اصل نام غایتہ
الامکان فی درایتہ امکان ہے اور اس کے حقیقی مصنف عین القضاة ابوالمعالی
عبد اللہ ابن محمد المیانجی الہمدانی ہیں۔ اس رسالے کے علاوہ انھوں نے چھوٹی بڑی
بیس کتابیں اور بھی تصنیف کی ہیں۔ دستیاب تصانیف کے مطابق ان کی تصانیف

۱۔ احوال و آثار عین القضاة ص ۱۲۵ ۲۔ بیضا ص ۲۰۱ ۳۔ انصاف ص ۲۰۱
۴۔ غایتہ الامکان فی درایتہ امکان ص ۲۰۱ ۵۔ بیضا ص ۲۰۱

کا موضوع ایمانیات، معرفت نفس، معرفت روح اور عشق ہیں۔ وہ ۱۹۸۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۲ء میں قوام الدین ناصر بن علی ابوالقاسم درگزیبی کے حدود عناد کا نشانہ بنے تختہ دار پر آویزاں کرنے کے بعد ان کے تن مردہ کو سپرد آتش کر دیا گیا۔ غالباً کسی کاتب یا کسی شخص کی غلطی پر رسالہ غایت الامکان شیخ تاج الدین محمود ابن خداداد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہو گیا اور پھر مرور ایام کے سبب چند دیگر بزرگوں کے نام سے بھی رسالہ مذکور کو نسبت دی گئی۔ بالآخر ڈاکٹر رحیم فرمنش نے جب اپنا حقیقی مقالہ احوال و آثار عین القضاة "مکمل کیا تو یہ رسالہ بھی دریافت ہوا اور انہوں نے اپنے حقیقی مقالے کے ساتھ اس کو طبع کرا دیا اس رسالے سے متعلق دیگر تفصیلات احقر راقم السطور کے دیباچے یا مقدمے میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس مقدمے کی تکمیل کے سلسلے میں جناب فضل اللہ فاروقی صاحب نے جو آجکل ہمدرد دواخانہ دوقف کے کتب خانے میں ہیں بے حد تعاون کیا اور ذاتی توجہ سے نوازتے رہے ان کا بہت ممنون ہوں۔ لیاقت نیشنل لائبریری کے عملے نے احقر سے ہمیشہ تعاون کیا میں ان حضرات کے نام سے آشنا نہیں ان کا بھی سپاس گزار ہوں۔ کراچی یونیورسٹی لائبریری میں اس رسالے کے ایک مخطوطے کی فلم موجود ہے ان کے انچارج صاحب کا بھی شکریہ گزار ہوں کہ اس فلم سے نقل کرنے کے سلسلے میں کوئی دقت پیش نہ آئی جناب حکیم محمود احمد برکاتی صاحب جو اس احقر پر بہت زیادہ مہربان ہیں اور شفقت فرماتے ہیں ان کی سپاس گزاری کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں اس مقدمہ کی تکمیل میں حکیم صاحب موصوف نے استعانت فرمائی۔ میں عربی سے قطعاً نا بلد ہوں جناب مولانا عمر احمد عثمانی سابق پروفیسر اسلامیات گورنمنٹ کالج ناظم آباد نے میرے لئے عربی عبارتوں کے ترجمے کئے ان کے لئے بے حد ممنون ہوں۔ محترم محمد بشیر قریشی مالک قریشی آرٹ پریس ناظم آباد کراچی

نے کامل اخلاص اور ہر طرح کی مالی منفعت سے بے نیاز ہو کر اس تالیف کی طباعت کا ذمہ لیا اللہ تعالیٰ انہیں اس حسن نیت کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست بدعا ہوں بار اہلسا
اگر یہ تحریر حسن نیت اور دیانت علم کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس سے لوگوں کو کچھ فوائد
بھی حاصل ہوں تو اس ناچیز تحریر کو قبول فرمائیں اور اگر اس تحریر کے کچھ نقصانات
ہوں تو آپ اپنے فضل و کرم سے اسے رفع فرمادیں اور اپنے اس عاصی و خاطر بندے
پر رحم فرمائیں اور اس کی خطا معاف فرمادیں۔ آمین

اتحر
لصیف اللہ

پنجشنبہ ۲۳ شوال ۱۴۰۳ھ
مطابق ۳ اگست ۱۹۸۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وبہ نستعین رب تمم۔ الحمد لله الذی لا آخر لا ولیتہ
 ولا اول لا خریتہ ولا بطون لظاہریتہ ولا ظهور باطنیتہ
 ولا کیف لذاتہ ولا وصف لصفاتہ ولا مزاج لفوقیتہ ولا علاج
 لصفتہ ولا این لمکانہ ولا حین لزمانہ ولا کنہ لشأنہ ولا حیث
 حیث ہو ولا این این ہو ولا متی حین ہو ہو کیف ہو ہو کما
 ولا ہو الا ہو ولا ہو بلا ہو، ذلکم اللہ ربکم لا الہ الا ہو وصلى الله
 على محمد سيد الورى ونبیہ المصطفى واله مصابیح الدجی وسلم
 علیہم تسلیماً کثیراً، قال اللہ تعالیٰ واذا سالت عبادى عنى فانتى
 قریب اُجیب دعوۃ الداع وقال تعالیٰ ونحن اقرب الیہ من جبل
 الوریذ۔ اعلم احسن اللہ تعلیمک وتفہیمک کہ چون
 پادشاہ عالم تعالیٰ تقدس بہ بندہ خبری خواہد

۱۔ سورۃ ۴ آیہ ۱۰۲ ۲۔ سورۃ ۲ آیہ ۱۸۶ ۳۔ سورۃ ۵۰ آیہ ۱۶

اللہ کے نام سے شروع (کرتا ہوں) جو بڑا ہنسبان اور نہایت رحم والا ہے، اور ہم اسی کی مدد کے خواستگار ہیں اے رب (اسے) پورا فرمادے ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے، جس کی اولیت کا آخر نہیں اور جس کی آخریت کا اول نہیں اور جس کے ظاہر کا بطون نہیں اور جس کے بطون کا ظہور نہیں اور نہ اس کی ذات کی کوئی کیفیت ہے اور نہ اس کی صفات کی کوئی شرح ہے اور نہ اس کے فوق ہونے کی کوئی کیفیت ہے اور نہ اس کی صفت میں کوئی نقص ہے اور نہ اس کے مکان کا کوئی ٹھکانا ہے اور نہ اس کے زمان کی کوئی گھڑی ہے۔ وہ ہے جیسا بھی ہے۔ وہ ہے جہاں بھی ہے اور وہ نہیں ہے بجز اپنے آپ اور وہ نہیں ہے بغیر اپنی ذات ذاکم اللہ ربکم لا الہ الا ہود یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دنیا کے سردار عالی رتبہ اور برگزیدہ ہیں اور ان کی آل پر جو اندھیری رات کے چراغ ہیں، اللہ تعالیٰ کا درود ہو اور ان پر بہت بہت سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَاذْاَسْأَلْکُمْ عِبَادَیْ عَنِ فَاۡنِیْ قَرِیْبِ اَجِیْبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ (اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو قریب ہی ہوں منظور کر لیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْکُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ) اللہ تعالیٰ تم کو علم بھیجے اور تمہارے درستی عطا فرمائیں جان لو کہ پادشاہ عالم تعالیٰ و تقدس بندے کی جھلائی چاہتے ہیں

اورا بخود آشنا گرداند و بقرب خودش بینا کند تا پیوسته از قرب او
باندیشد و همواره او را باخورد و خود را با او بیند، لاجرم حرمت و تعظیم
صفت او گردد، و او را هر دم راحت و انس می افزاید
و دولتی از نو حاصل می شود و هر شقاوت و حرمان که بمرور در آل راه
یافت از آل یافت که خود را بوجهم خطا و خیال فاسد از حضرت مقدس
او دور شمردند و بحجب غفلت از نواخت حضرت محجوب گشتند و صفت
قرب بوجهم کثر ایشاں باطل نشود لیکن ایشاں از دولت قرب و فواید
آل محروم ماندند و بسبب توهم بعد از آن حضرت هزاران بی ادبی و
بوالعجبی از نهاد ایشاں سر بر زد و مستوجب عذاب گشتند و العیاذ باللہ.
سؤال : اگر گوی که ذات مقدس از همه صفات و سمات حدود
منزه است و مماسه و مقابله و محازات اجسام و حلول در اجسام براد
جایز نیست و حرکت و سکون و انتقال و تغیر و تقدیر و تبعیض را بذات او
راه نیست و نه بصفات او، قرب با نزہت و قدس او از همه عوارض
حدثان چگونه فهم کنیم۔

جواب : گوئیم هر چه وهم بدان رسد و عقل آل را صورت کند و خیال
آل را برانگیزد و فهم آل را دریا بذات و صفات رب العالمین،

تو اس کو اپنے آپ سے آشنا کرتے ہیں اور اپنے قرب سے بینا کرتے ہیں تاکہ وہ بندہ مسلسل اس کے قرب کے خیال میں رہے اور مسلسل اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ اور خود کو اس کے ساتھ مشاہدہ کرتا رہے (اس طرح) یقیناً حرمت و تعظیم اس کی صفت ہو جائے گی اور ہر دم اس کو راحت و انس میں ترقی حاصل ہوگی اور (اسے) از سر نو (یقین کی) دولت حاصل ہوگی اور ہر بند بختی اور محرومی جو گزرتے وقت کے ساتھ بندوں میں راہ پاتی ہے اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے غلط وہم اور فاسد خیال کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ سے خود کو دور سمجھا اور غفلت کا پردہ پڑ جانے کی وجہ سے وہ بارگاہ الہی کی نوازشوں سے محروم ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت قرب ان کی کج وہمی سے باطل نہیں ہو سکتی البتہ وہ دولت قرب اور اس کے فوائد سے ضرور بے نصیب رہے چنانچہ اسی توہم کے سبب ان کے باطن سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہزار ہا بے ادبی اور بوالعجبی نے سر اٹھایا اور وہ عذاب الہی میں گرفتار ہوئے، العیاذ باللہ۔

سوال: اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس تمام صفات اور حدوث و چیز کا موجود ہونا جو پہلے نہ تھی، کے نشانات سے منزہ ہے اور اجسام کی خصوصیات کہ وہ ایک دوسرے سے متصل آمنے سامنے اور مقابل ہوتے ہیں یا اجسام کا ایک دوسرے میں حلول کرنا اس کی ذات پر جائز نہیں ہے اور حرکت و سکون اور انتقال تغیر اور اندازہ اور حصوں میں تقسیم اس کی ذات و صفات پر منطبق نہیں ہو سکتے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کو اس نزہت اور پاکی کے ساتھ تمام عوارض کے ہوتے ہوتے کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔

جواب: ہم کہتے ہیں، جہاں تک وہم کی رسائی ہے اور عقل ادراک کرتی ہے اور خیال اسے گرفت میں لاتا ہے اور وہم اس کو پاتی ہے، رب العالمین کی ذات ان تمام

از آل همه منزله مقدس و متعالی است و با این همه از رگ جان تو
 بتو نزدیک تر است و از گویائی زبان تو بتو و از شنوائی گوشش تو
 بتو و از بینائی چشم تو بتو و از دانائی دل تو بتو، زیرا که قرب مخلوقات
 بیک دیگر جز مجاز نتواند بود چه بعد در قرب مجازی گنج دارد یا بصورت
 یا به معنی یا بوجه، و قرب حقیقی جز قرب حق تعالی نیست زیرا که قرب
 صفت اوست و صفت او جز حقیقت نباشد و قرب حقیقی آن باشد
 که به هیچ وجه قابل بعد نباشد نه بصورت و نه به معنی و نه بوجه و نه
 به خیال، و فهم کردن قرب بدین کمال با تنزه تقدس ذات حق تعالی
 از همه عوارض حدثان و سمات نقصان به غایت غامض و باریک است
 و این سر عزیز را فهم نتوان کرد جز به معرفت امکانه جسمانیات در روحانیات
 و از منته ایشان تا معرفت قرب حق تعالی بر آن بنا افتد با کمال تقدس
 و تنزه و نفی حلول و اتحاد و تشبیه و شناخت این سر الاسرار کلید کنوز
 معرفت و سبب رسیدن به حضرت مالک الملوک، بایستی که ما این اسرار
 عزیز بزرگوار را در صمیم جان و سویدای دل مخزون و مکنون داشتیم
 نه از راه بخل بلکه از راه عزت و نفاست و لیکن عذر در جلوه کردن این
 مخدّره آنست که وقتی در اثنای سخن و حالتی گرم بر زبان ما برفت
 که لفظ مکان در اخبار آمده است آنرا انکار نباید کرد و لیکن مکان هر
 چیزی بیاید شناخت

سے منزہ، پاک اور بلند ہے اور ان تمام کے باوصف وہ تمہاری شرگ، تمہاری زبان کی گویائی، تمہارے کان کی سماعت، تمہاری آنکھ کی بینائی اور تمہارے دل کی دانائی سے زیادہ نزدیک ہے کیونکہ مخلوقات کا ایک دوسرے سے قرب مجازی ہی ہو سکتا ہے۔ قرب مجازی میں دوری بھی شامل ہے خواہ یہ دوری صورت یا معنی یا وہم کسی حیثیت میں ہو۔ اور قرب حقیقی کا اطلاق سوائے حق تعالیٰ کے نہیں ہوتا کیونکہ قرب اس کی صفت ہے اور اس کی صفت بجز حقیقت اور کچھ نہیں ہوتی اور قرب حقیقی وہ ہوتا ہے جو کسی سبب سے بھی قابلِ بعد نہیں ہوتا نہ صورت و معنی کی حیثیت سے نہ وہم و خیال کی حیثیت سے، اور ذاتِ حق تعالیٰ کی اس کمالِ تنزیہ اور تقدس کے ساتھ اس کے قرب کو تمام عوارض اور نشانات کے نقص کے پیشِ نظر سمجھ لینا بہت ہی گہرا اور نازک معاملہ ہے۔ اور اس گرامی راز کو جسمانیات و روحانیات کے زمان و مکان کی معرفت کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔ جب یہ بات سمجھ آجائیگی تو حق تعالیٰ کے قرب کی حقیقت کمالِ تنزیہ و تقدس کے اثبات کے ساتھ اور حلولِ اتحاد اور تشبیہ کی نفی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے۔ اس سترِ الاسرار کی شناخت ہی معرفت کے خزانوں کی کنجی ہے اور مالک الملوک کی بارگاہِ تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ چاہتے تو یہ تھا کہ ہم اس گرامی و بزرگ راز کو اپنے جان و دل کی گہرائیوں میں چھپا کر رکھتے، بخل کے سبب سے نہیں بلکہ اس راز کی نفاست و آبرو کے خیال سے لیکن کیا کریں اس پردہ نشیں کو جلوۂ عام پر لانے کی یہ وجہ ہوتی کہ ایک دفعہ برسبیلِ تذکرہ جب گفتگو زوروں پر تھی ہماری زبان سے نکل گیا کہ لفظ مکان چونکہ احادیث میں آیا ہے، اس کا انکار نہ کرنا چاہتے لیکن ہر چیز کا مکان پہچاننا چاہتے تاکہ تشبیہ

۱۔ مثلاً حدیثِ قدسی میں "دارِ تفاعِ مکانی" اور ایک حدیث میں "لا یخلو منہ مکان" اس کی تفصیل آئندہ باب میں آئی ہے۔

تا تشبیه از راه بر خیزد پس جماعتی کور دلان و شور بختان از سر تعصب و حسد و عناد و وجود این کلمه را دست آویز کردند و بر بنجا نیدن ما میان در بستند و رفتن تشبیه بر ما کشیدند و به تکفیر ما حکم کردند و فتوی دادند ناچار از بهر اظهار برائت ساحت خود از غبار تشبیه این مخدره عذرا را بر آن عینان علم طبیعت عرض بایست کرد و این یوسف با جمال را بد آن کور دلاں جلوه بایست داد اگر چه معلوم بود که درد تعصب و حسد درمان نپذیرد و آب باران که ماده حیانت مردار را جز تباهی نمیفزاید اَقَالَ اللهُ تَعَالَى : إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَسِرُّوا وَالْعَذَابُ الْأَلِيمُ لَكِنَّ نُؤْمِدُ نَيْسَمَ كِ صَاحِبِ دَوْلَتِي اَز سَرُورِ و طلب درین نوشته نگاه کند و از این گنج معرفت برخوردار شود و ما را بدعای خیر یاد دارد اکنون بیش از شروع در غوص این رساله فصلی در توحید بنویسیم تا عاقل منصف را معلوم شود که تشبیه خود در راه روندگان امکان ندارد چه در چشم شهود ایشان جز حق تعالی هیچ چیز را خود وجود نیست و نتواند بود پس حق تعالی را به چه تشبیه کنند چون با او خود هیچ چیز نیست و این مجموعه را غایه الامکان فی درایته امکان نام کردیم حق تعالی این کتاب شریف را سبب زیادتی ایمان و معرفت خواننده و شنونده گناد و ما را فتنه خلق و خلق را فتنه ما مگر داناد به لطف و کرمه وسعت

کا گمان باقی تر ہے۔ بس یہ کہنا تھا کہ شور بختوں اور کوردلوں کی ایک جماعت نے تعصب اور حسد، عناد اور انکار کی راہ سے اس بات کو پہاڑ بنا لیا اور ہمیں تکلیف پہنچانے پر کمر بستہ ہو گئے اور ہم پر تشبیہ کا الزام اور کفر کا حکم لگایا اور فتویٰ دے دیا، تب مجبوراً اپنی ذات کی برائت کے خیال سے اس پردہ نشیں دو شیرہ کو تشبیہ کے غبار سے نکال کر ان نامرد طبعی علم والوں پر ظاہر کرنا پڑا۔ اور اس یوسف پر جمال کا جلوہ ان دل کے اندھوں کو دکھانا پڑا اگرچہ معلوم تھا کہ تعصب و حسد کا مرض علاج قبول نہیں کرتا اور بارش کا پانی کہ مادہ حیات ہے، مردار کو مزید کلا سٹرا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: ان الذین حقت علیہم کلمت ربک لا یؤمنون ولو جاہتہم کل آیتۃ حتی یروا العذاب الالیم (یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی (یہ ازلی) بات (کہ ایمان نہ لاویں گے) ثابت ہو چکی ہے وہ کبھی ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل (ثبوتِ حق کے) پہنچ جاویں جب تک کہ عذابِ دردناک نہ دیکھ لیں (مگر مسوقت ایمان نافع نہیں ہوتا) میں نا امید نہیں ہوں شاید کوئی دولت (عشق) رکھنے والا درمندی اور طلب کے خیال سے اس تحریر پر نگاہ ڈالے اور معرفت کے اس خزانے سے بہرہ مند ہو، اور ہمیں دعائے خیر میں یاد رکھے۔ اب اس رسالے کے معنی کی حقیقت تک پہنچنے سے قبل ابتدا میں ایک فصل (حقیقت) توحید پر لکھتا ہوں تاکہ منصف مزاج عقلمند کو معلوم ہو جائے کہ سائیکس کی راہ میں تشبیہ کا بذاتِ خود کوئی امکان نہیں ہوتا کیونکہ ان کی چشمِ شہود میں حق تعالیٰ کے سوا کوئی شے اپنا وجود نہیں رکھتی اور نہ ایسا ہو سکتا ہے، پس حق تعالیٰ کو کس شے سے تشبیہ دیتے ہیں جب وہ خود کوئی شے نہیں ہے اور اس مجموعہ کا نام "غایۃ الامکان فی درایتہ الامکان" رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اس کتاب شریف کو بڑھنے والے اور سننے والے کے ایمان و معرفت کی ترقی کا سبب بنائیں اور ہم کو خلق کے فتنہ کا اور خلق کو ہمارے فتنے کا باعث نہ بنائیں بلطفہم و کرمہم و سعتمہم۔

فصل فی التوحید

قال الله تعالى : وَإِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ رَوْنَدگان طریقت گفته اند : ما وصل الیه واصلد وما وحد الله غیر الله . و در مناجات حسین منصور است رحمة الله علیه : انزهه عما وحدك الموحدون : و شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمة الله علیه این معنی را نظم کرده است شعر :

ما وحد الواحد من واحد	از کل من و حد واحد جاهد
توحید ایاة توحید	ونعت من یبغی لاحد
توحید من ینطق عن وصفه	عاریة بطلها الواحد
و مصنف راست رحمة الله علیه در این معنی شعر :	

جلت معالی قدس وحدة ذاته	عن ان تطور به زو والا طوار
هیئات ان تصطاد عنقاء البقا	بلعا بهن عناکب الافکار

فصل توحید کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَاللّٰهُمَّ الْوَاحِدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ** (اور ایسا معبود) جو تم سب کا معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود (حقیقی) ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمن ہے رحیم ہے)

ساکنانِ طریقت کا قول ہے جو اس تک پہنچ گیا وہ بھی نہیں پہنچا اور اللہ کی وحدانیت اللہ کے سوا کسی نے ثابت نہیں کی اور حسین منصور رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات میں ہے "میں سمجھ کو اس سے منترہ کرتا ہوں جو معدوں نے تیری توحید کے لئے کہا ہے" اور شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو نظم میں بیان فرمایا ہے "اس کی توحید کوئی ایک بھی بیان نہیں کر سکا اور جن لوگوں نے بیان کی ہے وہ محض کوشش کی ہے، اللہ کی وحدانیت کا بیان اسی کی توحید ہے اور جو اس کا وصف بیان کرے اس کی توصیف الحاد ہی الحاد ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کی توصیف بیان کرتا ہے وہ ایک استعارہ ہے جس کو اللہ کی ذات یکتا جھٹلا دیتی ہے"

اور مضاف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفہوم میں عرض کیا ہے "اس کی وحدت ذات کے تقدس کی بلندیاں اس سے عظیم ہیں کہ اہل حال اس کے حال تک پہنچ سکیں، ناممکن ہے کہ انکار کی مکڑیاں اپنے لعاب سے بقا کے عنقا کا شکار کر سکیں۔"

۱۔ ابوالمنغیث حسین بن منصور حلاج بیضاوی مقتول ۳۰۹ھ سرچشمہ تصوف دائرۃ المعارف ۱۹۶۱ طہران ۳۲۳ اش

۲۔ ابوسمعیل عبداللہ بن ابومنصور محمد انصاری ہروی متوفی ۳۸۸ھ ایضاً ص ۲۰

هر چه وصمت اثنینیت و سمت خلقیت دارد از توحید اعظم جز
 پندار ندارد و حق جل جلاله متفرد است با دراک کنه وحدانیت عظمی
 و مستأثرست با سمی که از آن وحدانیت مبنی باشد اسم واحد واحد
 و اوحد و فرد و جواد و اجود و آنچه بدین ماند بر وحدانیت عظمی هیچ
 دلالت ندارد زیرا که این اسامی عدد و قلت و انتفاع ضمایم و قراین
 اقتضا کند و ساحت قدس احدیت از این همه منزله و مقدس است و
 نصیبه خلقیت از طلب این واحدیت جز نظارگی این جمال و جلال
 بودن نیست، نه حرکت و هم در او گنجد و نه عبارتی از او دست دهد و نه اشارتی
 بدو ممکن گردد بیت !

عاشقا نرا چه روی با تو جز آنک لب بدوزند و در تو می نگرند
 بر دزد تو مقیم نتوان بود حلقه میزنند و می گذرند
 الا آنکه توحیدی دیگر هست که آنرا توحید اللفظ گویند و آن
 خلعت خاکبایانست از حضرت لطف رحمانیت و عطف رحیمیت و
 آل سه نوعست : اول توحید قولیت و آل توحید عامه مومنان است
 و دوم توحید علمی و آل توحید خواص است و سیم توحید عملی و آل توحید
 اخص خواص است، اما توحید قولی است که بگوید بشرط موافقت دل،
 قول : اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له،
 و این قالب و صورت توحید است و نجات یافتن از شرک جلی بد و منوط

جو شخص دوئی کے عیب میں مبتلا ہے اور آفرینش کے حدود میں محصور ہے وہ توحیدِ اعظم کے بارے میں بجز گمان کے کچھ نہیں رکھتا۔ حق جل جلالہ وحدانیتِ عظمیٰ کی حقیقت کے ادراک کے ساتھ متفرد ہے اور ایسے اسم کے ساتھ مستاثر ہے جس سے وحدانیت کا اظہار ہوتا ہے (حقیقت میں) اسم واحد، احد، واحد، فرد، جواد اور اجود اور جو (اسم) اسی طرح کے ہیں، کوئی وحدانیتِ عظمیٰ پر دلالت نہیں رکھتے کیونکہ یہ اسماء تعداد، قلت، دوری، مجموعہ اور قرائن کے مقتضی ہیں اور قدس احدیت کی وسعت ان تمام باتوں سے منزہ اور مقدس ہے اور اس وحدانیت کی طلب سے مخلوق کے حقیقی سوائے اس کے جمال و جلال کی نظارگی کے اور کچھ نہیں ہے، نہ حرکت و وہم کی اس میں سمائی ہے نہ عبارت کا اس میں دخل ہے اور نہ اشارت سے وہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ بیت :-

عاشقوں کی کیا جمال ہے سوائے اس کے کہ اپنے ہونٹ سی لیں اور تیری ذات (جمال و جلال) کو تکتے رہیں۔ تیرے آستانے پر مقیم نہیں ہو سکتے بس (کچھ دیر کے لئے) حلقہ ڈالتے ہیں اور وہاں سے گزر جاتے ہیں۔

البتہ ایک توحید اور ہے اسے توحیدِ لطف کہتے ہیں اور وہ انسانوں کی خلعت ہے جو بارگاہِ رحمانیت کے لطف اور رحیمیت کی مہربانی سے عطا ہوتی ہے اور وہ تین قسم کی ہے۔ اول توحیدِ قوی ہے وہ عام مسلمانوں کی توحید ہے، دوسرے توحیدِ علمی ہے جو خواص کی توحید ہے، تیسرے توحیدِ عملی ہے جو خواص میں سے خاص حضرات کی توحید ہے توحیدِ قوی وہ ہے کہ موافقتِ دل کی شرط کے ساتھ کہے اشہدان لا الہ الا اللہ، وہ لا شریک لہ (دیں گواہی دیتا ہوں بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں) یہ توحید کا قالب اور اس کی صورت ہے اور شرکِ جلی سے نجات حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے اور نفس و مال کے

و عصمت دما و اموال بد و مر بوط و سبب جریان جمله احکام
 سلامت و رستن از خلود در دوزخ و رسیدن بنعیم مقیم ثمره اوست
 و این توحید از زوال و تزلزل دور ترست و سلامت و ثبات
 نزدیکتر از توحید - کسانی که بعقل تاریک شده بد و غفلت
 و اسیرانده در بند شهوت، و مجرب گشته در حجب فضول، قصد سرا
 پرده عزت توحید کنند زیرا که بآلت و عدت عقل صافی از غفلت و
 و مجرد از شهوات بتوحید رسیدن هم محالست تا بعقل تاریک مختصر چه
 رسد، شکره عقل چون در عالم توحید پرواز کند شکار او جز شبیهت
 و شکوک نباشد و تمکیم دلیل توحید میگوید و فرامینماید که موقن است و
 و اندرون بشک و شبیهت عم آگنده، و ابن السقار بغدادی بر کنار وجه
 با استاد و صد دلیل بر توحید و وحدانیت حق بولا فرخواند پس ترساشد
 و سوگند یاد کرد که بعد هر دلیلی که بر توحید گفته ام دلیلی بر ثالث ثلاثه
 بگویم، اگر یک دلیل از دلایل توحید بر او روشن شده بودی همانا که هرگز
 او را این واقعہ نیفتادی -

اما توحید علمی موقوفست بمعرفت مکان و زمان و دانستن
 حقیقت آل، و هرگز نه تواند که کسی را بر وحدانیت اطف

سبب گناہ سے حفاظت اسی سے مربوط ہے اور اسلام کے تمام احکام کے نفاذ کی یہی بنیاد ہے اور عذابِ دوزخ سے رستگاری اور جنت کی نعمتوں تک رسائی اس کا ثمرہ ہے۔ یہ توحیدِ زوال و انحطاط مجھے پاک ہے اور سلامتی و ثبات سے نزدیک تر ہے۔ وہ لوگ جو غفلت کے دھوئیں سے عقل کے ساتھ سیاہ ہو گئے اور قیدِ شہوت میں گرفتار رہے، اور جن پر فضول (باتوں کے) پردے پڑ گئے، وہ کس طرح عزتِ توحید کا سراپہ اٹھانے کا ارادہ کر سکتے ہیں جبکہ عقل صافی جو غفلتوں اور شہوتوں سے مجرد ہو چکی ہو اس کے ذریعے سے توحید تک رسائی محال ہے تو تاریک و محدود عقل کے ذریعے توحید تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا عقل کا شکرہ جب عالمِ توحید میں پرواز کرتا ہے تو شکوک و شبہات کے سوا کوئی شکار اسے نہیں ملتا اور متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے، لیکن (درحقیقت) اس کا باطن شک و شبہ میں آلود ہوتا ہے۔ ابن السقا بغدادی نے ساحلِ دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور حق تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر پے در پے سو دلائل دئے، اس کے بعد مشرک ہو گیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر اس دلیل پر جو توحید پر میں نے دی ہے تین میں سے تیسرے پر دوں گا۔ اگر دلائل توحید میں سے ایک دلیل بھی اس پر روشن ہوتی تو اسے یہ واقعہ ہرگز پیش نہ آتا۔

لیکن توحیدِ علمی زمان و مکان کی معرفت اور ان کی حقیقت کے علم پر موقوف ہے۔ جب تک کوئی شخص مکان اور زمان کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتا وہ وحدانیتِ اعلیٰ

۱۔ عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ اقا نیمِ ثلاثہ ہے یعنی باپ، بیٹا، روح القدس۔ یہاں مراد ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ثبوت۔ نعوز باللہ من ذالک۔ اس واقعہ کے بعد ابن السقا بغدادی نے نصرانیت اختیار کر لی تھی ملاحظہ فرمائیں ذیات الاعیان جلد ہفتم ص ۸، بیروت ۱۹۶۵ء

اطلاع افتد حقیقت مکان و زمان ناشناخته ، و هرگز نتواند بود که کسی بداند بحقیقت که حق عزوجل هیچ چیز نماند و هیچ چیز از هیچ وجه بدو نماند مکان و زمان ناشناخته و هرگز نتواند بود که کسی بداند که حق تعالی نه درون عالمست و نه بیرون و نه متصلست بعالم و نه منفصل از عالم یا آنکه یک ذره در کل عالم از او خالی و دور نیست مکان و زمان ناشناخته ، و هرگز نتواند بود دانستن ایجاد کن فیکون و دانستن استحالت خاموشی بر حق تعالی و دانستن آنکه او تمکلم است ازلاً و ابداً با آنکه سخن او یکیست بی تعدد و تبعض ، و تغیر و تکرار نمیپذیرد و دانستن آنکه صد و چهارده کتاب که بر پیمانبران فرستاده یکی چون تواند بود و دانستن آنکه حق تعالی بی وجود موسی (ع) و پیش از وجود کوه طور با موسی چون گفت که : **فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ** و چرا او این سخن بعبرائی شنید و بی عیسی چون سخن گفت و او چرا بسریانی شنید و بی مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم با او چون سخن گفت و او چرا بتازی شنید یا آنکه سخن قدیم او ازین همه مقدس و منزه و مطہر است و دانستن اولیت و آخریت و ظاہریت و باطنیت حق تعالی و دانستن آنکه حق تعالی بیک علم همه معلولات نامتناهی را میداند و بیک قدرت همه مقدرات نامتناهی را می تواند و بیک شنوایی همه مسموعات نامتناهی را می شنود و بیک بینایی همه مرئیات را من الازل الی الابد بدفعه واحده می بیند و بیک ارادت قدیم

سے واقف نہیں ہو سکتا، اور جس نے مکان و زمان کو نہیں جانا، اس کے لئے یہ حقیقت جاننا بھی ناممکن ہے کہ حق عزوجل کسی شے کے ساتھ نہیں رہتے اور کوئی شے کسی طرح بھی ان کے ساتھ نہیں رہتی، اور وہ شخص جو زمان و مکان سے واقف نہیں ہے اس کے لئے یہ جاننا بھی ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہیں اور نہ باہر، اور نہ عالم سے متصل ہیں نہ منفصل، دریاں حالیکہ ہر ذرہ کائنات ان کے بغیر اور ان سے دور نہیں، اور کُن فیکون کی ایجاد کا جاننا بھی ناممکن ہے اور حق تعالیٰ کے لئے خاموشی کا مجال ہونا بھی سمجھ میں نہیں آ سکتا، اور اس بات کا جاننا بھی ممکن نہیں ہے کہ حق تعالیٰ ازلا اور ابداً متکلم ہیں اور یہ کہ ان کا کلام تعدد اور تقسیم کے بغیر ایک ہے۔ اس میں تغیر و تکرار واقع نہیں ہوتے، اور اس کا علم بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر جو ایک سو چودہ کتابیں نازل فرمائیں وہ ایک کس طرح ہو سکتی ہیں۔ اور اس (حقیقت) کا علم بھی ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے وجود میں آئے بغیر اور کوہ طور کی پیدائش سے قبل یہ کس طرح فرمایا یا فاخلع نعلیک (پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو) اور موسیٰ علیہ السلام نے اس کلام کو عبرانی میں کیوں سنا اور عیسیٰ علیہ السلام کے (وجود میں آئے) بغیر عیسیٰ علیہ السلام سے کیوں کلام کیا اور انہوں نے اسے سریانی میں کیوں سنا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے (دنیا میں تشریف لاتے) بغیر آپ سے کلام کیا اور آپ نے اس کلام کو عربی میں کیوں سنا، حالانکہ حق تعالیٰ کا کلام قدیم ان تمام باتوں سے مقدس، منزہ اور پاک ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی اولیت و آخریت، ظاہریت و باطنیت کا جاننا بھی ممکن نہیں ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ بیک علم تمام نامتناہی معلومات کا علم رکھتے ہیں اور بیک قدرت تمام نامتناہی مقدر و رات کو (وجود) عطا فرما سکتے ہیں اور بیک سماعت تمام نامتناہی مسموعات کو سُن سکتے ہیں اور بیک نگاہ ازل سے ابد تک تمام مرتبات کو ایک ہی دفعہ میں دیکھ سکتے ہیں اور بیک ارادہ قدیم تمام

همه مرادات را می خواهد و دانستن و شناختن

این همه ممکن نیست جز شناختن و دانستن زمان و مکان حق تعالی، و علی
الجملة شناختن معظم صفات و ذات قدیم او دانستن سبعی یا بیشتر از قرآن مجید
که درین معنی منزلست و دانستن قدم قرآن و دیگر کتب موقوف است
بدانستن مکان و زمان حق تعالی، و مادر عقب این فصل هر دو را شرحی
و کافی بنویسیم چنان که عاقل منصف را درو مجال انکار نماند و اگر کور
دلی از سر جهل مفراط و عقل مختلط در ورطه عناد و وجود افتد و از قبول
لفظ زمان و مکان نفور شود و بر تفریح و تشنیع اصرار نماید هیچ باک
نیاشد شعر:

علی تحت القوانی من معادنها و ما علی اذا لم يفهم البصر
در فارسی گفته اند بیت:

ثرف دریاگز و گهر زاید بدان سگی نیالاید

اما توحید عملی بر سه درجه است: درجه اول آنست که نفور

از تفهات قدم و جذبه از جذبات کرم و برقی از بروق عدم و بر وجه قبول

باستقبال اقبال قدم رونده آید و سبل جهل و غشاوه غفلت از چشم

حقیقت بین او بردارد، فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ

حدید مرید صادق زیرک دور بین در پرتو آن برق تیز بنگرد و

خویشتن را بعد از دعوی توحید و حسابان وصول بر میان ز نار یابد

و نفس خورا مشاهده کند

مرادات کو چاہتے ہیں۔ ان تمام (امور) کا علم و معرفت بغیر حق تعالیٰ کے زبان و مکان کے علم و معرفت کے ممکن نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی قدیم ذات اور اس کی عظیم صفات کی معرفت اور سات یا اس سے زائد صفات جو قرآن مجید میں وارد ہیں ان کا علم اور قرآن اور دیگر کتب سماوی کے قدم کا علم حق تعالیٰ کے مکان و زمان کے علم پر موقوف ہے اور ہم اس فصل کے بعد ان باتوں کو شافی و کافی شرح کے ساتھ لکھیں گے کہ منصف مزاج عاقل کس میں انکار کی مجال نہ ہوگی اور اگر کوئی دل کا اندھا حد سے زیادہ جہالت اور عقل کی کجی کی بنا پر، عناد و انکار کے گڑھے میں گرتا ہے اور لفظِ زمان و مکان کے قبول کرنے سے گریز کرتا ہے اور مسئلہ کو اس کی اصل سے ہٹانے اور بدگوئی پر اصرار کرتا ہے تو ہمیں اس کی کچھ پروا نہیں۔

شعر: میرے ذمے تو قافیوں کو ان کے معادن سے سنوارنا ہے اور مجھ پر کوئی ملامت نہیں جبکہ خردماغ اسے نہ سمجھ سکے۔ اور فارسی میں کہا گیا ہے بیت ایسے دریا جن کی تہ میں موتی پیدا ہوتے ہیں، ان کا پانی کتے کے منہ سے ناپاک نہیں ہوتا۔

لیکن توجید عملی کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ قدم کی خوشبو کی ہبلوں میں سے ایک ہبک کرم کے جذبات میں سے ایک جذبہ اور عزم کی ہبلیوں میں سے ایک ہبلی مقبولیت کے سبب سالک کے اقبالِ قدم کے استقبال کے لئے آتے ہیں اور نادانی کی راہیں اور غفلت کا پردہ اس کی حقیقت میں نظر سے اٹھاتے ہیں۔ فکشتنا عنک غطاء ک فبصرک ایوم حدید (سواب ہم نے تجھ پر تیرا پردہ (غفلت کا) ہٹا دیا سو آج (تو) تیری نگاہ بہت تیز ہے)۔ یہ عین صادق ہوشمند دور میں اس برقی تیز کے پر تو میں دیکھتا ہے، اور توجید کے دعویٰ اور عیبت و بلا کے وصول کے بعد اپنی کمر میں زنا ر پاتا ہے اور اپنے نفس کا مشاہدہ کرتا ہے کہ ہمارے

کہ در پیش ہزار صغم سجود می کند آتش غیرت کہ سوزنده غیرت در سینه
 او زبانہ زدن گیرد و آب حسرت از دیدہ او دویدن گیرد مدتی بدر د
 بنالد و در طلب شفا آں درد باہر چیزی بسکالہ تا آنکہ کہ او را
 روشن شود کہ راحت ہم از آں کار گاتواند آمد کہ جراحات آمد
 وَظَنُّوا أَنَّ لَّا مَدَّجَامِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ۱ روی نیاز بحضرت بندہ
 نواز آورد و راز با آں کار ساز گوید و غم دل خود بحضرت علام الغیوب
 و کشف الکروب عرضہ دہد چون اضطراش بغایت رسد و بہنہایت
 انجاء وعدہ ۱! اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَا وَ يَكْشِفُ
 السُّوْءَ ۲ با نجاز پیوندد، ندائی در سرا و در دہند کہ ای سلیم القلب
 ندانستی کہ معبود تو آنست کہ مقصودتست، اَفَرَأَيْتَ مَنِ
 اتَّخَذَ اِلٰهًا هَوَاهُ ۳ تو غیر مای خواہی غیر مای پرستی، ہر چہ
 و بندتست خداوندتست، و ہر چہ ہواہی تست خدای تست، گفتن و
 دانستن کہ اللہ یکیت چہ سود، چو تو در پیش ہزار بیت سجود می کنی،
 علم بی عمل و بالست و قول بی فعل نکال، اگر می خواہی کہ توحید تو
 مسجل شود دل یکتا کن و از غیر ما تبراجوی، تا فعل تو مصدق قول تو
 گردد، پس مرید مجاہدہ نو آغاز کند و بقطع علایق و عوایق مشغول گردد
 و در جہد و تشریح تقصیر نکند

۱- سورہ ۹ آیت ۱۱۸ ۲- سورہ ۲۷ آیت ۶۲

۳- سورہ ۴۵ آیت ۲۳

بتوں کے آگے سجدہ ریز ہے۔ غیرت کی آگ جو غیر کو جلانے والی ہے، اس کے سینے میں بھڑکنے لگتی ہے اور اشک حسرت اس کی آنکھوں سے بہنے لگتے ہیں۔ مدتوں اس درد سے نالا انگیز رہتا ہے اور اس درد سے شفا کی طلب میں ہر چیز سے الگ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس پر یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ راحت بھی اسی کارگاہ سے حاصل ہو سکتی ہے جس سے جبراحت ملی ہے و ظنوا ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا کی گرفت سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے، اپنا روئے نیاز درگاہ بندہ نواز کی طرف کرتا ہے اور اپنا راز اس کارساز سے عرض کرتا ہے اور دل کے علم کو علام الغیوب اور رنج کی گرہوں کو کھولنے والے کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور جب اسکی بیقراری غایت درجے تک پہنچ جاتی ہے تو وعدہ (الہی) امن یجیب المضطر اذا دعا و یکشف السوء (یا وہ ذات جو بیقرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی) مصیبت کو دور کرتا ہے) وفا ہو جاتا ہے اس کے باطن میں آواز آتی ہے کہ اے سلیم القلب تو نہیں جانتا تو تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے افرات من اتخذ الہ صواہبہ (سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے) تو ہمارے غیر کو چاہتا اور ہمارے غیر کی پرستش کرتا ہے، سو جو تیرا محبوب ہے وہی تیرا خداوند ہے اور جو تیری خواہش ہے سو وہی تیرا خدا ہے۔ یہ کہنا اور جاننا کہ اللہ ایک ہے اس کا کیا حاصل ہے جبکہ ہزاروں بتوں کے آگے سجدے میں پڑا رہتا ہے۔ ایسا علم جو بغیر عمل کے ہو، وبال ہے، اور ایسا قول جو بغیر فعل کے ہو رسوائی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا ایمان بالتوحید مستند ہو جائے، تو اپنے دل میں ایک اندر جگدے اور ہمارے غیر سے لاتعلق ہونے کی کوشش کرنا کہ تیرا فعل تیرے قول کی تصدیق کرنے پر چنانچہ مرید از سر نو مجاہدے کا آغاز کرتا ہے اور علائق و مواعظ کو دور کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی کوشش اور عزم میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ مال مثول کو

و تاخیر رواندارد تا بمدد عنایت و حسن کفایت غیب همه آرزوهای او
 او فرود یزد و التفات بما سوی الله نکند و دل او مجرد و یکتا گردد و
 مدح و ذم و رد و قبول خلق نزد او یکسان شود و ملجأ و مفرج او در کل
 احوال حضرت مالک الملوک بود، چون رونده بدین صفت گردد بدرجه
 اول از توحید عملی رسیده بود.

درجه دوم آنست که چندان نور ظهور حق بر جهان رونده آشکارا گردد
 همه اجزای وجود پیش چشم شهود او در اشراق آن نور ذره وار روی در
 نقاب تواری کشد بر مثال تواری ذره های هوا در اشراق نور آفتاب
 ذره را در نور آفتاب نتوان دید، نه از آن که ذره نیست شدید از
 آن که با ظهور نور آفتاب ذره را جز تواری و تلاشی روی نیست،
 اذ اتجلی الله لشیء خشع له، چون سلطان نور ظهور بظهور
 نور صفت مشرق شود ذره های اکوان را جز تواری روی نباشد،
 نه آنکه صفت بنده صفت خدای گردد یا بدو پیوند یا بدو منضم
 شود یا در او مضمحل گردد، تعالی الله عن ذالک علواً کبیراً، و نه نیز آنکه
 بنده نیست شود، بحقیقت نابودن دیگرست و نادیدن دیگر، چون
 تو در آینه نگری آینه را نه بینی زیرا که مستغرق جمال خودی و نتوان
 گفت که آینه نیست شد یا آینه جمال شد یا جمال آینه شد، دیدن
 قدرت در مقدرات همچین دان

اس کام میں روار کھتا ہے، یہاں تک اللہ تعالیٰ کے حسن کفایت اور مدد عنایت سے خواہشاتِ نفسانی اس کے دل سے نکل جاتی ہیں اور وہ ماسویٰ اللہ کی جانب قطعی التفات نہیں کرتا، اس کا دل مجرّد و یکتا ہو جاتا ہے۔ اس کے نزدیک مخلوق کی تعریف و مذمت اور رد و قبول یکساں ہو جاتے ہیں اور تمام احوال میں اس کی پناہ و پناہ گاہ بارگاہِ مالک الملوک ہو جاتی ہے۔ جب سالک میں یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے تو اسے توحیدِ عملی کا پہلا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

دوسرا درجہ وہ ہے کہ سالک کی روح پر حق تعالیٰ کے نور کا اس درجہ ظہور ہوتا ہے کہ اس کی چشمِ شہود کے سامنے تمام اجزائے وجود اس نور کے طلوع ہونے پر ذرات کی مانند چھپ جاتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح ہوا کے ذرے نورِ آفتاب کے طلوع ہونے پر پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ نورِ آفتاب میں ذرے نظر نہیں آتے، اس وجہ سے نہیں کہ ذرہ نیست ہو جاتا ہے بلکہ نورِ آفتاب کے ظہور کے سبب ذرے کے لئے معدوم ہو جانا اور چھپ جانا ہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شے پر تجلی فرماتے ہیں تو اس کے اندر خشوع (محبتِ آمیز خوف) پیدا ہو جاتا ہے۔ جب نورِ ظہور کا بادشاہ اپنی صفتِ نور سے اپنے ظہور کے ساتھ برآمد ہوتا ہے تو ذرہ ہائے کائنات کو پوشیدہ ہونے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ نہ تو بندے کی صفت اللہ تعالیٰ کی صفت بن جاتی نہ یہ کہ اس سے متصل ہو جاتی ہے یا اس کے ساتھ ضم ہو جاتی یا (اس میں) مضمّن ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور برتر ہیں، اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ بندہ نیست ہو جاتا ہے، حقیقت میں ناپید ہو جانا کچھ اور بات ہے اور نظر نہ آنا کچھ اور بات ہے۔ جب تم آئینہ میں نگاہ کرتے ہو تو حقیقت میں تم آئینہ نہیں دیکھتے، کیونکہ خود اپنے جمال میں مستغرق ہوتے ہو۔ اب یہ تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ آئینہ معدوم ہو گیا۔ مقدرات میں قدرت کے دیکھنے کو بعینہ اسی طرح سمجھنا چاہئے ارباب

بی تفاوت، وارباب قدم این را الفنا فی التوحید گویند و مزله الاقدام
 است، بسیار کس از روندگان را اینجا قدم لغزیده است و بهر شیوه
 باطل بیرون رفته اند و جز بدلات علم و آلت ذکا و مدد توفیق الهی و
 بارقه پیررسیده صاحب دیده این با دیده را قطع نتوان کرد و روندگان
 درین مقام تفاوت : باشند، کس باشد که در هفته یکساعت درین
 حضرت بیش بار نیاید، و کس باشد که در روزی یکساعت، و کس باشد
 که دو ساعت، و کس باشد که بیشتر اوقات مستغرق شهود حضرت بود
 و یکساعت غایب نباشد، و از خواجه اسلام قدس الله روحه العزیز
 شنیدم که هر که سه شبانه روز درین مقام تواند شد شکر و مردی شریف
 کسی باشد بیت :

اندرین بحر بی کرانه چو غمگس

دست و پائی یزن چه دانی بوک

اندرین راه اگر چه آن نکنی

دست و پائی یزن زیاں نکنی

دربغ باشد که در چنین مملکتی با این طول و عرض تیرا خدمت گاهی

تباشد - خداوند اعزیزانی را که روی بدین درگاه آورده اند مدد

فرست تا بمنتهای این دولت رسند و شراخوان ایشا طیبی از روزگار

ایشان دور دار و وکیل ایشان در دفع تفرقه و در همه احوال و در همه

کار تو باش و نعم الوکیل -

قدم اس حالت کو فنا فی التوحید کہتے ہیں یہ قدموں کے پھسلنے کی جگہ ہے۔ سالکین میں سے بہت سوں کے قدم اس مقام پر لغزش کھا جاتے ہیں اور باطل تعبیرات کے سبب راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ سوائے علم کی رہنمائی، ذہن کی تیزی، اللہ تعالیٰ کی مدد تو فیق اور واصل باللہ اور روشن ضمیر مرشد کی رہبری کے اس صحرا کو طے نہیں کیا جاسکتا۔ اس مقام میں سالکین کے درمیان خاصہ تفاوت ہوتا ہے کوئی ایسا ہوتا ہے کہ مہینے میں ایک ساعت سے زیادہ اس بارگاہ میں بار نہیں پاتا، کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ایک دن میں ایک ساعت اور کوئی دو ساعت اور کوئی بیشتر اوقات حضرت شہود میں مستغرق رہتا ہے اور ایک ساعت بھی غافل نہیں ہوتا۔ اور میں نے خواجہ اسلم اللہ تعالیٰ ان کی روح عزیز کو پاک فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی اس مقام میں تین دن اور تین رات رہے وہ مرد عجیب اور شرف یافتہ انسان ہوتا ہے۔ بیت

اس بے کراں سمندر میں مینڈک کی مانند تدبیر کے ساتھ زیادہ کاوش کر۔ اگر اس راہ میں تجھ سے زیادہ جدوجہد نہ ہو سکے تو کم سہی۔ یہ صورت بھی نفع سے خالی نہیں ہے افسوس ایسی مملکت میں جس کا اس قدر طول و عرض ہو تمہیں پیر رکھنے کی جگہ نہ ملے۔ خداوند ان عزیزوں کے لئے جنہوں نے اپنے چہروں کو اس درگاہ کی جانب کر لیا ہے (غیب سے) مدد فرمائیے تاکہ اس دولت کی منتہا کو پہنچ سکیں اور اخوان انبیاء کا شمران کے شب و روز سے دور رکھتے اور ان کے حال تفرقہ کے دفع کرنے میں اور ان کے تمام احوال اور تمام اعمال میں آپ ان کے کارساز بن جائیے۔ بے شک آپ ہی کارساز ہیں۔

۱۔ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات میں تحریر فرمایا ہے کہ عین القضاة نے دو بزرگوں سے فیض صحبت حاصل کیا۔ شیخ محمد بن حمویہ م ۵۳۰ھ اور احمد غزالی م ۵۲۰ھ خود عین القضاة ۵۲۵ھ میں برسر دار کئے گئے۔ قرینہ حالات سے مستنبط ہوتا ہے کہ خواجہ اسلام سے مراد شیخ احمد غزالی ہی ہیں۔ واللہ اعلم۔ نفحات الانس ص ۲۶۸ طہران ۱۳۳۶ھ

درجه سوم الفنا : عن الفناست ، و آل آنست که از کمال
استغراق و قوت استماع احساس رونده بفنا - خود و آگاهی از فنای
خود و دانستن آن که آل سلطان ظهور جمال و جلال است ، بیک صدمت
زخمت و جور در چشم شهود با کتم عدم برود و همه از و بیفتد چه آگاهی رونده
درین همه در نظر رونده طریقت همه اشارت بتفرقه می کند و عین الجمع
و جمع اینجا است که خود را بل کل کاینات را در نور ظهور حق گم کند
و آگاهی خود از گم کردن هم گم کند و ازین گم کردن هم گم شود ، هیچ نه بیند
جز حق و نه بیند که هیچ نمی بیند جز حق : محو فی محو و طمس فی طمس ، نه سمت
اینجا و نه رسم ، نه وجود دست درین قدم و نه عدم نه عبارتست درین مقام
و نه اشارت ، نه عرشست درین عالم و نه فرش ، نه اثرست درین بحر
و نه خیر ، کوکب : كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۱ جز درین اقلام ندر خشد و
روح نسیم : كُلِّ شَيْءٍ عَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۲ جز درین فضا بمشام روح
نرسد ، انا الحق و سبحانی ، جز درین مقام نپذیرد توحید بی شرک جز
درین دار الملک صورت نبندد ، و آنچه گفته آمد علم توحیدست چه
حقیقت توحید ازین توحید مقدسست ، روش فلاسفه و معتزله در علم توحید
معکوس منکوس بود ، بچشم احوال در جمال توحید نگرستند یکی را و دیدند
که بل صد هزار روش ایشان در دیدن اسباب اثبات خودی بود لاجرم
چندان ظلمت از خودی خود برایشان کمین گشود

تیسرا درجہ فنا عن الفنا (فنا سے بھی فنا) ہے اور وہ یہ ہے کہ استغراق کے کمال اور استماع کی قوت سے سالک کو اپنی فنا کا احساس اور اپنی فنا کی معرفت (حاصل ہو) اور یہ علم بھی ہو کہ وہ (ذات) جمال و جلال کے ظہور کا سلطان ہے اور ایک ہی چھٹے میں رخت وجود کو منہرہ شہود سے عدم کے پردے میں لے جاسکتی ہے اور یہ سب اس (کی نگاہ) سے دور کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ان سب (احوال) میں سالک کی معرفت سالک طریقت کی نظر میں تفرقہ کی نشاندہی کرتی ہے اور عین الجمع اور جمع الجمع یہ مقام ہے کہ خود کو بلکہ کل کائنات کو حق تعالیٰ کے نور ظہور میں گم کر دے اور اپنی معرفت کے گم کرنے کو بھی گم کر دے اور اس گم کرنے سے بھی گم ہو جائے۔ سوائے حق کے کچھ نہ دیکھے، یہ بھی خیال نہ کرے کہ وہ حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں دیکھ رہا ہے۔ مٹنے میں مٹنا اور گم ہونے میں گم ہونا۔ اس مقدس مقام میں نہ اسم ہے نہ رسم، اس قدم میں نہ وجود ہے نہ عدم، نہ اس مقام میں عبارت ہے نہ اشارت، نہ اس عالم میں عرش ہے نہ فرش، اس سحر میں نہ اثر ہے نہ خبر، اس اقلیم میں سوائے کل من علیہا فان، (جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جاویں گے) کے کوئی ستارے نہیں چمکتے اور اس فضا میں سوائے کل شیئی ہالک الا وجہہ (سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے) کی روح نسیم کے مشام روح تک کوئی خوشبو، نہیں پہنچتی اس مقام کے سوا "انا الحق" و "سبحانی" دکھنا قابل قبول نہیں۔ سوائے اس دارالملک (مقام) کے بے شرک توحید معین نہیں ہوتی۔ یہ کہا گیا ہے کہ علم توحید ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ توحید کی حقیقت اس توحید سے مقدس ہے۔ عالم توحید میں فلاسف اور معتزلات کی روش اٹی اور پلوتی ہوتی ہے بھنگی آنکھ سے جمال توحید کو دیکھتے ہیں جو ایک بے اسے دیکھتے ہیں بلکہ سدھ (دیکھتے ہیں) اثبات خودی کے لئے ان کا ڈھنگ یہ ہے کہ اسباب پر نظر رکھتے ہیں، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ خود ان کی خودی سے اس قدر ظالمت ان پر مستولی ہوتی کہ

کہ حق را تعالی گم کردند و در تیرہ حیرت و غیرت سرگشته شدند و جماعہ صفات اورا منکر گشتند و اورا جز بسلب صفات وصف نکردند و گفتند ما موجودیم اورا موجود نتوان گفت ، و با عالمیم اورا عالم نتوان گفت ، ما قادریم اورا قادر نتوان گفت ، اما اورا معدوم و جاہل و عاجز ہم نتوان گفت ، و ہمچنین در ہمہ صفات بازش این جو انمردان در استقاط حدوث و اثبات قدم بود لاجرم چنداں نور ظہور حق تعالی بر جان ایشان آشکارا گشت کہ ما دون اللہ در شعشعہ شعاع آل نور مقدس ناچیز نمود و ہمہ صفات کمال و نعوت جمال و جلال در حق او جل جلالہ اثبات کردند و نفی غیر او واجب دیدند و گفتند عالم اوست و دیگران ہمہ جاہل ، قادر اوست و دیگران ہمہ عاجز بلکہ موجود و حقیقت اوست و دیگران ہمہ معدومند۔ بیت :

عرش با فرش پیش چشم شہود

عدم صرف و نحو محض نمود

تفاوت نگر میان آل روش و این روش ، و این رونده و آل رونده
 بہانا تو از تنک حوصلگی و بے حاصلی و از فرط نابینائی و نادانی خود
 این کلمات را شطح نام کنی و طامات لقب نہی ، بعزت ذوالجلال
 کہ علین تحقیق و توحید است و ہر توحید کہ جز اینست دلیل و علیست
 و درین مقام منزلۃ الاقدام بیارست

اس میں حق تعالیٰ کو نہ پاسکے اور بیابان حیرت و غیرت میں سرگشتہ رہے اور حق تعالیٰ کی جملہ صفات کے منکسر ہو گئے اور حق تعالیٰ کی تعریف بجز سلب صفات نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم موجود ہیں، اسے موجود نہیں کہا جاسکتا، ہم عالم ہیں اسے عالم نہیں کہا جاسکتا، ہم قدرت رکھتے ہیں اسے قادر نہیں کہا جاسکتا، لیکن اس کو معدوم، جاہل اور عاجز بھی نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح تمام صفات کے بارے میں یہی روش ہے۔ اس کے برخلاف ان جو انمردوں کی روش (اہل حق کی روش) حدود کو ماقط اور قدم کو ثابت کرنے میں ہوتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ہست ہیں مخلوق نیست ہے) یقینی طور پر حق تعالیٰ کے ظہور کا نور اس قدر ان کی روح پر آشکار ہوا کہ اللہ کے سوا ہر شے اس نور مقدس کی شعاعوں کی تابناکی میں نابود محسوس ہوئی اور انہوں نے تمام صفات کمال اور اوصاف جمال و جلال کا اس جل جلالہ کے حق میں اثبات کیا اور حق تعالیٰ کے غیر کی نفی ان پر واجب ہوئی اور انہوں نے کہا کہ عالم وہ ہے دوسرے تمام جاہل ہیں، قادر وہ ہے دوسرے تمام عاجز ہیں، بلکہ حقیقت کے ساتھ وہی موجود ہے دوسرے تمام معدوم ہیں۔ بیت ۱۔

چشم شہود کے سامنے عرش فرش کے ساتھ عدم محض رہ جاتا

ہے، نحو شدہ معلوم ہوتا ہے۔

اس روش اور اس روش میں جو تفاوت ہے غور کرو اور اس سالک اور اس سالک میں جو فرق ہے ظاہر ہے شاید تم اپنی تنگ حوصلگی، بے حاصلی، بے ببری اور نادانی کی زیادتی کے سبب ان باتوں کو شطح کا نام دو اور لاف و گزاف لقب کہو، ذوالجلال کی قسم کہ یہ عین تحقیق اور عین توحید ہے اور جو توحید بھی اس کے سوا بے استدلالی ہے اور کمزور ہے۔ اس مقام میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اور اس مقام میں لغزشوں کا

لہ پائے استدلالیاں چوبین بود پائے چوبین سخت بے تکلیب بود

(مولانا رومی)

ورای آنچه گفته آمد و هرگز دورونده در مقام توحید بر یک قدم
 نبوده اند و نخواهند بود و در هر قدمی آنچه فرود اوست بنسبت با
 او تار یک نماید و بعد ازین بقدم عدم بواسطه جذب از حدوث بقدم
 یاید رفت تا آنگاه که بعالم بقا در رسد، و هنگام مالا عین رأی و لا
 اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر، و دالم که ترا درد این دولت و
 دولت این درد نباشد، اما باری بایمان قبول کن تا غبار موکب این
 سلاطین دین بر چهره روزگار تو نشیند و طراز اعز از تو گردد و از آن
 مباش که : **وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَيَقُولُونَ هَذَا إِفْكَ
 قَدِيمٍ** ، **بِاللَّهِ التَّوْفِيقِ**

امکان بہت زیادہ ہے اور ہرگز دو سالک مقام توحید میں ایک قدم پر نہیں ہوتے اور نہ ہوں گے۔ یہاں ہر چھلا قدم اگلے قدم کی نسبت سے تاریک نظر آتا ہے۔ اس کے بعد عدم کے قدم اور جذب الہی کی مدد سے، حدوث سے قدم کی طرف بڑھنا چاہتے، یہاں تک کہ سالک عالم بقا تک پہنچ جاتے، اور یہی وہ بات ہے جس کے متعلق فرمایا گیا کہ اس مقام کی ہر شے ایسی ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے قلب نے اسے محسوس کیا اور میں جانتا ہوں کہ تمہیں اس دولت کا درد اور اس درد کی دولت حاصل نہیں ہے لیکن ایک بار (اس حقیقت کو) ایمان و یقین کے ساتھ قبول کر دتا کہ دین کے اُن سلاطین کی سواری کا غبار تمہاری زندگی کے چہرے پر بیٹھ جاتے اور تمہارے قبائے اعزاز کو زیادہ آراستہ کرے اور ان لوگوں میں سے نہ بنو جن کے متعلق کہا گیا ہے واذلم یہتدو بہ فسیقولون لہذا فک قدیم (اور جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے کہ یہ قدیم جھوٹ ہے) اور توفیق اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

فصل فی بیان امکان

انداد لطف الہی و اعداد عطف پادشاہی نثار روزگار کسی باد
 کہ دریں فصل بیدہ انصاف نگردد نہ بیدہ خلافت، و مضمون آن را
 از راہ طلب حق تصفیہ کند نہ از راہ تبع عثرات، کہ پادشاہ تعالیٰ عیور
 است اسرار صہریت خود را با ہیچ جاہد در میان نہند بلکہ عین سر را
 ستر سرگرداند و بنزدیک گویندہ این کلمات آنست کہ در میان آسمان
 و زمین ہیچ سری ۶۰ یزد و بزرگوار تر از سر مکان و زمان نیست، چہ
 بیشتر اسرار کہ مشائخ طریقت و علما حقیقت در آن سخن گفتہ اند اسرار
 کار حق است تعالیٰ و تقدس، و معرفت مکان و زمان و شناختن آن معرفت
 ساحت ذات و صفات اوست و سر کہ مکان و زمان بشناسد اورا
 از معرفت ذات و صفات مقدس بہرہ بیشتر باشد، و از غایت عزت
 این سر است کہ مشائخ طریقت از عہد اول تا عہد ما در آن ہیچ سخن
 نگفتہ اند و یالیت کہ ما نیز ہیچ اشارات نکردیم، وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ
 اللهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۱

فصل مکان کے بیان میں

لطف الہی کی بخشش اور عنایت پادشاہی کی کثرت اس شخص کی زندگی پر
 نثار ہو جو اس فصل کو نظر اعتراض سے نہیں بلکہ بنظر انصاف پڑھے اور غور
 کرے اور اس کے مطالب کو باطل کی پیروی کے خیال سے نہیں بلکہ طلب حق
 کی خاطر مطالعہ کرے کہ پادشاہ تعالیٰ اخیور میں اور اپنی صمدیت کے اسرار کو
 کسی منکر پر منکشف نہیں کرتے بلکہ عین راز ہی کو پردہ راز بنا دیتے ہیں
 اور کہنے والے (مصنف کتاب ہذا) کے نزدیک یہ ایسے کلمات ہیں کہ آسمان
 وزمین میں مکان و زمان کے راز سے زیادہ کوئی راز عزیز اور بزرگ
 نہیں ہے کیونکہ بیشتر راز جو مشائخ طریقت اور علمائے حقیقت نے اس
 باب میں بیان کئے ہیں حق تعالیٰ و تقدس کی فعالیت کے اسرار ہیں
 (مکان و زمان کے اسرار بیان نہیں کئے ہیں، اور مکان و زمان کی معرفت
 اور اس کا عرفان دراصل حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی وسعتوں
 کی معرفت ہے۔ اور جس کسی کو مکان و زمان کا عرفان حاصل ہے،
 وہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت سے زیادہ بہرہ مند ہے۔ یہ
 اس راز کی غایت عزت کا سبب ہے کہ مشائخ طریقت نے قرآن اول
 سے ہمارے عہد تک اس خصوص میں کچھ ارشاد نہیں کیا ہے، اور افسوس کہ
 ہم بھی اس بات کو بیان نہیں کرتے و لکن لیس فی اللہ امر آکان مفعولاً لیکن
 تاکہ جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے، اب سب سے پہلے

اکنون اول بدلیل سمعی اشارت کنیم کہ حق تعالی را مکانست پس بدلائل شرعی اثبات کنیم کہ بجهت مخصوص نیست پس آل مکان را بیان کنیم چنان کہ مستفاد بود از مشاہدات بصائر، و جملہ را بعبارتی سهل سلسلہ داد کنیم و در تعقید نکوشیم تا فہم کردن آل آسان بود۔

اما بیایں آنکہ حق تعالی را مکانست از راه برابین سمعی و آیات قرآن مجید کہ شواہد معرفتست و اخبار و آثار صحیح کہ مقاعد سنت و جماعتست و دلائل اجماع امت کہ قواعد امور ملتست :

اما آیات قرآن قولہ تعالی : وَهُوَ مَعَكُمْ أَيَّنَمَا كُنْتُمْ اِقُولَهُ
مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَا بَعْهْمُ اِلَى قَوْلِهِ اِلَّا هُوَ
مَعَهُمْ اَيَّنَمَا كَانُوا ۱

وقولہ تعالی : وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الوَرِيدِ ۲
وقولہ تعالی : وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تَبْصِرُونَ ۳

۱- سورة ۵۷ آیت ۴ ۲- سورة ۵۸ آیت ۷ ۳- سورة ۵۰ آیت ۱۶

۴- سورة ۵۶ آیت ۸۵-

ہم سمجھی دلائل بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا مکان ہے پھر دلائل شرعی سے ثابت کریں گے کہ حق تعالیٰ کا مکان کسی جہت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، الغرض اس مکان کو بیان کریں گے جو مشاہدات بصیرت سے مفہوم ہوتا ہے، ان تمام امور کو ہم سادہ اور سلیس عبارت میں بیان کریں گے اور ادائے مطلب کو دقیق نہ ہونے دیں گے تاکہ مسئلہ کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

اب اس سلسلے میں کہ حق تعالیٰ کا مکان ہے سمجھی دلائل اور قرآن مجید کی آیات جو معرفت کے شواہد ہیں اور صحیح احادیث و آثار جو سنت جماعت کی بنیاد ہیں، اور امت کے اجماع کی دلیلیں جو ملت کے امور کے قواعد ہیں بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلے قرآن کی آیات سمجھ لیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وھو معکم ایما کنتم اور تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو، اور فرمایا مایکون من بخومی ثلثۃ الاھورا بعھم۔۔۔۔۔ الی قولہ۔۔۔۔۔ الاھو معھم ایما کانو (کوئی نہ کوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو اور نہ پانچ کی (سرووش) ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ

اس (عدد) سے کم میں ہوتی ہے جیسے دو یا چار آدمیوں میں اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ رہحالت میں، ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں و نحن اقرب الیہ من جبل الوریذ (اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ) ونحن اقرب الیہ منکم ولكن لا تبصرون (اور ہم اس وقت اس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک

وقوله تعالى : وَمَا يُعْزَبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي
 الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۗ وَمِثَالُ ذَلِكَ كَثِيرٌ فِي الْقُرْآنِ ، وَمَفْهُومُ
 از ظاهرا این همه آنست که حق تعالی با همه ذره های وجود بذات
 موجود است الا آنکه معیت او با اجسام نه چون معیت اجسامست
 با اجسام یعنی در مکان اجسام، زیرا که او جسم نیست و نه چون معیت
 جواهر با اجسام یا چون معیت اعراض با جواهر و اجسام، زیرا که او
 جوهر و عرض نیست آری معیت روح با جسد مثال معیت حقست تعالی
 با کل کائنات، زیرا که روح نه درون قالبست و نه بیرون، و نه متصلت
 بقالب و نه منفصل از قالب، بلکه روح از عالمی دیگرست و قالب
 از عالمی دیگر، و بر روح از عوارض اجسام چون دخول و خروج و اتصال
 و انفصال و غیر آن جایز نیست و باین همه ذره از ذره های قالب
 نیست که روح بحقیقت با او موجود نیست

در مکانی که لایق لطافت روحست، معیت حق تعالی با خلق هم برین
 مثالست : من عرف نفسه فقد عرف ربه ، اشارت بدین
 مرست پس حل کردیم این آیات را بر مکانی که لایق قدس و پاکی او
 باشد تا هم با همه ذره های وجود موجود باشد و هم از همه منزله و مقدس
 و متعالی بود و بعد ازین در تفصیل امکان بیان آن مکان گفته آید
 انشاء اللہ .

اما اخبار رسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم درین معنی بسیار است :
 قوله عليه افضل الصلوة بروایة انس بن مالک رضی اللہ عنہ یقول للہ
 تعالی و عزتی و جلالی و وحدانیتی و فاقته خلقی الی و استوائی علی عرشی
 و ارتفاع مکانی ، انی استجی من عبیدی و امتی یشبان فی الاسلام ان
 اعذبهما - و قوله صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالی و عظمتی و جلالی و
 ارتفاع مکانی لا یدخل الجنة احد و قلبه منظم . و این لفظ عزتی و جلالی
 و ارتفاع مکانی در اخبار بسیار آمده است اگر همه بنویسیم دراز
 شود و غرض ما از بکی حاصلست .

اپنے ایسے مکان میں جو روح کی لطافت کے لائق ہے۔ خلق کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت کی مثال ایسی ہی ہے، جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا (اس مقولے میں) اسی راز کی جانب اشارہ ہے۔ پس ہم نے ان آیات قرآنی کا اطلاق حق تعالیٰ کے ایسے مکان پر کیا جو ان کی ذات کی قدسیت اور پاکی کے لائق ہے۔ وہ ذات تمام ذرہ ہائے وجود کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی تمام سے شترہ، مقدس اور عالی ہے۔ اس مکان کا بیان نصل امکانہ میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

جان لیں کہ اس معنی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت سی ہیں۔ آنحضرت علیہ افضل الصلوٰۃ کا ارشاد انس بن مالک کی روایت سے ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنے عزت و جلال و حدائیت اور میری طرف میری مخلوق کی احتیاج اپنے عرش پر میرے استوئی اور میرے بلندی مکان کی قسم کہ مجھے اپنے بندے اور بندی سے جو اسلام میں بوڑھے ہو جائیں شرم آتی ہے کہ میں انہیں عذاب دوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں میری عظمت و جلال اور بلندی مکان کی قسم جنت میں ایسا کوئی آدمی داخل نہ ہو سکے گا، جس کا دل تاریک ہے۔ اور یہ الفاظ عزتی و جلالی و ارتفاع مکانی، احادیث میں بہت سے مقام پر آئے ہیں، اگر ہم سب کو تحریر کریں تو طوالت ہوگی اور ہمارا مقصد تو ایک سے ماہر ہے۔

اے ابوتامہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں اسلام لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ وفات ۹۳ھ

و امیر المؤمنین علی و ثوبان رضی اللہ عنہما روایت میکنند از سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمودہ : قال موسى عليه السلام يا رب اقرب انت فانا جيک ؟ ام بعید فانا دیکت ؟ فانی احسن حس صوتک ولا اراک این انت ؟ فقال اللہ تعالیٰ له انا خلفک واما مک وعن یمینک وعن شمالک وانا جلیس عبدی حین ینکرنی وانا معہ اذا دعانی ودر تفسیر حریری آورده است بہ روایت ابان از انس رضی اللہ عنہما کہ گفت : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم روزی بمردی بگزشتت و آل مرد گفت : والذی احتجب بسبع سموات ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ما انه فوق کل شیء

ہو جاتا ہے اور امیر المؤمنین علیؑ اور ثوبانؓ رضی اللہ عنہما، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا، کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے پروردگار کیا تو قریب ہے کہ میں تجھ سے مناجات کروں یا تو دور ہے کہ تجھے پکاروں کیونکہ میں تیرے حسن صوت کو محسوس کر رہا ہوں لیکن تجھے دیکھ نہیں رہا تو کہاں ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا میں تیرے پیچھے ہوں تیرے آگے ہوں تیرے دائیں ہوں اور تیرے بائیں ہوں اور میں اپنے بندے کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ اور تفسیر حریری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضرت ابانؓ رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ایک شخص کے پاس سے گزرے اس شخص نے عرض کیا اس ذات کی قسم جو سات آسمانوں کے حجابوں میں مستور ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑا بڑا وہ ہر چیز کے اوپر ہے

۱ ابو الحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما، جہاد خلیفہ راشد، شہادت شریف
آپ ۵۸۶ حدیثوں کے راوی ہیں، سلام ۶۰۰

۲ ابو عبد اللہ ثوبان بن یحییٰ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر کے آزاد فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں تھے۔ سید الخدیجہ

شاہ معین الدین ندوی جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ میں مذکور ہے

۳ ابوالولید بان بن سعید بن العاص شہداء میں سے ہیں۔ شہداء ہیں
بحرین کے عامل بنائے گئے۔ روایات صحیحہ میں مذکور ہے

وتحت كل شیء وقد ملأ كل شیء عظمتہ ، وهم آنجاست روایت
از ابن عباس رضی اللہ عنہ : من زعم انه صعد من الصخرة التي في
بيت المقدس فقد سهاب ل استوى امره فوق برية ولبطن تحت ارضه
فلم يخل منه مكان ولا سماء ولا ارض ولا بحر ولا هواء وهو عز وجل
كل مكان ، ودر تفسیر حریری است از ابن عباس رضی اللہ عنہ
کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم این آیتہ برخواند کہ : هُوَ الْأَوَّلُ وَ
الْآخِرُ وَالظَّاهِرُ ، وَالْبَاطِنُ۔ ا پس گفت ہوا الاول لم یکن قبلہ شیء
وہوا الآخر لیس بعد شیء ، ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم فلو رد لی بعضہم
الی الارض لدلی علی اللہ ، لانہ لا یخلو منہ مکان ، وہم در اخبارت کہ
ان اللہ تعالیٰ ما حل فی شیء ولا فاب عن شیء ، وجملہ این اخبار
دلالت میکند صریح بر اثبات مکان مرحق تعالیٰ را ، و نیز در ہر یک
از آل دلالت صریحست ۔

ہر چیز کے نیچے ہے اور اس کی عظمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ اور وہیں (تفسیر حریری میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو خیال کرتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صخرے سے جو بیت المقدس میں ہے بلند ہوئے تو اس نے سہو کیا بلکہ حق تعالیٰ کا امر اپنی مخلوق کے اوپر اور اس کی زمین کے نیچے مستوی ہوا۔ جب مستوی ہے، تو اس سے کوئی مکان نہ آسمان نہ زمین نہ بر نہ بحر خالی نہیں ہے اور اللہ عزوجل ہر جگہ ہے۔ اور تفسیر حریری ہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آیت تلووت فرمائی ہوا اول والآخر والظاهر والباطن (وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے) اور فرمایا وہ ایسا اول ہے جس سے پہلے کوئی شے نہیں وہ ایسا آخر ہے کہ اس کے بعد کوئی شے نہیں وہ ایسا ظاہر ہے جس سے بلند کوئی شے نہیں ایسا باطن ہے جس سے نیچے کوئی شے نہیں پھر فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی زمین کے اندر ڈول ڈالے تو وہ ڈول اللہ پر جا کر ٹہرے گا کیونکہ اس سے کوئی مکان خالی نہیں ہے، نیز احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شے میں حلول نہیں کیا اور کسی شے سے غائب نہ ہوا۔ یہہ تمام احادیث قطعی طور پر حق تعالیٰ کے مکان پر دلالت کرتی ہیں نیز ان میں سے ہر ایک میں اس امر پر صریح دلالت موجود ہے کہ حق تعالیٰ کا مکان کسی

۱۔ عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ سے ۱۶۶ حدیثیں مروی ہیں حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ آپ قرآن کے مفسر ہیں۔

وفات ۶۵ھ الاعلام ۵۶۲ جلد ۲ مصر ۱۹۲۷ء

بر آنکه مکان او بر جهتی مخصوص نیست بل که هیچ ذره از ذرات
 آفرینش از ذات مقدس او دور نیست یا آنکه هیچ مخلوق را با او پیوند
 نیست و منفصل نیست یا آنکه نه متصلست به هیچ چیز، مکلم معیت
 ذات احد فرد را با همه ذرات نامتناهی فهم نتوانست کرد بی تقدیم
 تجزیه و حلول در امکان مخلوقات، لاجرم مکان را منکر شد و هر چه
 درین باب آمده بود بتاویلات سردظاسری بگردانید و اگر حقیقت
 مکان بشناختی بدال همه تکلفات سرد مضطر نگشتی -

اما بیان اجماع امت بر اثبات مکان آنست که ابوالقاسم بلخی که
 رئیس معتزله بود در کتاب مقالات فرق اهل قبله گفته است ابتدات تألیف
 هذا الكتاب سنة تسع و سبعین و مائتین الهجریه ، و غرض از ذکر
 این تاریخ آن بود

جہت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ آفرینش کے ذرات میں سے کوئی ذرہ اس کی ذات مقدس سے دور نہیں ہے دریاں حایکے کسی مخلوق کا اس سے پیوند نہیں ہے اور منفصل بھی نہیں ہے اور یہ کہ وہ کسی شے سے متصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات احد فرد کی تمام نامتناہی ذرات کے ساتھ معیت کو کوئی متکلم سمجھ ہی نہیں سکتا، جب تک وہ مخلوقات کے امکان میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے حلول و تجزیہ کا قائل نہ ہو لا محالہ اس نے مکان الہی کا انکار کیا اور جو کچھ اس باب میں آیات قرآنی اور احادیث، آئی ہیں ان کی ظاہری ناقص تاویلات بھی کہیں۔ اگر اسے حقیقتِ مکان معلوم ہوتی تو ان تمام بے جا تکلفات سے مضطر نہ ہوتا۔

اشبات مکان پر امت کے اجماع کی کیفیت یہ ہے کہ ابوالقاسم بلخی جو کہ معتزلہ کا سردار تھا، اس نے اپنی تصنیف "مقالات فرق اہل قبلہ" میں کہا ہے "میں نے اس کتاب کی تالیف کو ۳۷۹ھ میں شروع کیا" اس تاریخ کو یہاں درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ

۱۔ پورا نام ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود معتزلی تھا۔ وہ ابوالقاسم الکعبی البلخی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ ابن شہاب البوطیب ابراہیم بن محمد متوفی ۳۵۰ھ کا استاد تھا اور خود ابوالحسن النخیاط معتزلی کا شاگرد تھا اس کی وفات ۳۱۹ھ میں ہوئی ملاحظہ فرمائیں ردائے المعارف اسلامیہ جلد چہارم ص ۷۷

۲۔ مسلمانوں میں عقائد کے اعتبار سے قدیم گروہ۔ ان کے اصول خمسہ یہ ہیں توحیدِ عدل و عدو عید۔ کفر و اسلام کی درمیان منزل کا اقرار۔ مر بالعدوت و نہی عن المنکر۔ اقلی دلائل کے بجائے عقلی دلائل پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ المذاہب الاسلامیہ البوزجہ ص ۱۷۵

ما معاوم شود که هر چه بعد ازین فرادید آید بخلاف آن بدعت
 و ضلالت بود، پس درین کتاب گوید : قالت المعتزلة والخوارج
 والروبية والمرجیة بان اللہ تعالیٰ فی کل مکان وانه لا یجوز ان
 یکون فی مکان دون مکان و بمرجیة همه اصحاب حدیث و فقہارا
 خواسته است و بر امام ابوحنیفہ تخصیص کرده و او را از جمله
 مرجیان شمرده و ازین اجماع جماعتی را استثنا کرده که ایشان در
 اثبات مکان عالی ترین امت اند و گفته است : قال الهشام
 و جماعة الحشویة

یہہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بعد اب جو کچھ اس کے برخلاف دیکھنے میں آئے وہ بدعت اور گمراہی ہوگی۔ پس اس کتاب میں وہ کہتا ہے کہ معتزلہ اور خوارج اور رومیہ اور مرجیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہیں اور یہ جائز نہیں کہ وہ ایک مکان میں ہوں اور دوسرے مکان میں نہ ہوں۔ اس نے تمام اصحاب حدیث اور فقہاء کو مرجیہ خیال کیا ہے اور امام ابو حنیفہ پر تخصیص کی ہے، اور انہیں بھی ان سب کے ساتھ مرجیہ میں شمار کیا ہے، اور اس اجماع سے ایک جماعت کو استثنا کیا کہ اثبات مکان میں یہ حضرات امت کے عالی ترین افراد ہیں اور کہا ہے کہ ہشام اور حشویہ اور

۱۔ جنگ صفین میں حکم کے نقرے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج کے ایک گروہ نے "لا حکم الا للہ" کا نعرہ لگایا اور حضرت علی سے بغاوت کی۔ یہ گروہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر تھا۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۸ ص ۸۰۶-۸۰۷

۲۔ رومیہ یا رومیہ۔ افسوس ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود اس گروہ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ممکن ہے کہ اس گروہ کا نام پہلے کچھ ہو اور بعد میں کچھ کہا گیا ہو۔ واللہ اعلم

۳۔ مرجیہ کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ گناہ کے مرتکب کو گناہوں کے مطابق سزا دی جائے گی اور وہ دائمی جہنمی نہیں ہے۔ اس بات کا بھی امکان کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس کی مغفرت فرمائیں اور سزا سے بچ جائے۔ المذاہب الاسلامیہ ابوزہرہ ص ۱۰۲

۴۔ ابو محمد شبلی بن الحکم الشیبانی متوفی ۱۹۹ھ کوفہ میں پیدا ہوا۔ واسط میں پیدائش ہوئی اور بغداد میں رہائش اختیار کی۔ دلالات علی حدیث الاشیاء اس کی تصنیف ہے۔ معجم المؤلفین جلد ۱۳ ص ۱۴۶

۵۔ حشویہ۔ ایک اصطلاح جسے ان لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، جو ظواہر پر انحصار کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے تجسیم کے قائل ہو گئے (نہ ذوالنہ) دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۸ ص ۳۲۹

والمشبهه انه تعالى في كل مكان ولا يجوز ان يكون في مكان دون مكان
 پس معلوم شد که درین تاریخ جمله امت متفق و متیقن بوده اند بر
 اثبات مکان و اختلاف ایشان در صفت مکان و ماهیت و کیفیت
 آن بوده است نه در نفس مکان، و نیز معلوم شد که اجماع ایشان
 نه از پیش خود بوده بلکه بناء آن اجماع و برقرآن و اخبار و اقوال صحابه
 و تابعین و اتباع تابعین بوده است و نیز معلوم شد که این اجماع
 در آن عهد بغایت شایع و ظاهراً بوده است تا بحدی که معتزله آنرا
 رد نتوانستند کرد و اگر نه ظهور این اجماع بودی معتزله آن را رد
 کردند زیرا که رد اجماع در مسایل اصول بنزد ایشان رواست
 و اجماع امت در فروع بغیر دیک ایشان حجت است نه در اصول،
 و یالیت که بدانست می که مرد عاقل منصف حق طلب چگونه روا
 دارد که منکر مکان شود

مشبہ کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ حق تعالیٰ ہر مکان میں ہیں اور جائز نہیں کہ وہ ایک مکان میں ہوں اور ایک مکان میں نہ ہوں چنانچہ مذکورہ بیان کی روشنی میں، یہہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اس زملے تک (ابوالقاسم بلخی تک) اثبات مکان کے مسئلے میں تمام امت متفق تھی اور اس پر یقین رکھتی تھی اور ان کا کوئی اختلاف تھا بھی تو مکان کی ماہیت و کیفیت کے بارے میں تھا نفس مکان پر ان کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ اور یہہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کا اجماع اپنی رائے سے نہ تھا بلکہ اس اجماع کی بنیاد قرآن و احادیث، صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے اقوال پر تھی اور یہہ حقیقت بھی معلوم ہو گئی کہ یہہ اجماع عہد مذکور میں بہت زیادہ شائع اور ظاہر تھا، یہاں تک کہ معتزلہ بھی اس کا رد نہیں کر سکتے تھے۔ اگر اس اجماع کا ظہور نہ ہوتا تو معتزلہ اس کا رد ضرور کرتے کیونکہ مسائل اصول میں اجماع کا رد کرنا ان کے نزدیک جائز ہے اور فرع میں امت کا اجماع ان کے نزدیک حجت ہے اصول میں نہیں۔

انسوس صد انسوس کاش میں جان سکتا کہ مرد عاقل انصاف پسند اور حق طلب کس طرح روارکھ سکتا ہے کہ مکان کا الکار کرے

۱۔ قدیم اعتقادی فرقہ۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرنے پر اس قدر زور دیا کہ ان صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ مشابہت دے دی اور تشبیہ میں مبتلا ہو گئے اور مشبہہ کہلائے۔ رسالہ قشیریہ ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد

با آنکه داند که معنی مکان خلوتست و خلوات را نهایت نیست
 پس گفتن که حق تعالی در هیچ چیز از این خلوات موجود نیست و نه نزدیک
 آنست و نه مماس آن و نه مقابل آن نه زیر آن و نه زبر آن با آنکه
 آن خلوات نامتناهیست تعطیل صریح و زندقه صرف باشد و غایت
 این متکلم از راه جدل و عناد گوید آنست که گوید این دخول و خروج
 و مماسه و محاذات و مقابله و فوقیت و تحتیت همه از صفات اجسام است
 و حق تعالی جسم نیست پس ازین همه هیچ بر او روا نباشد، جواب گوئیم
 آری ازین همه هیچ بر او روا نیست و لیکن غرض مانه اثبات الفاظست
 بل که از بهر کشف غطا و ابطال تلبیس این الفاظ را بلفظ وجود بدل
 کنیم، و گوئیم که حق تعالی با عالمهای اعلی و ادنی در عالمهای صورت
 و معنی موجودست یا نه؛ اگر گوی موجود است مقصود ما حاصل
 شد و اگر گوی موجود نیست تعطیل محض و زندقه صرف باشد
 الا آنکه

جب کہ اسے یہ معلوم ہے کہ مکان کا معنی خلا ہے اور خلاؤں کی کوئی انتہا نہیں ہے پس یہ کہنا کہ حق تعالیٰ ان خلوات میں سے کسی بھی شے میں موجود نہیں ہیں، نہ اس کے قریب ہیں، نہ متصل ہیں، نہ مقابل ہیں، نہ اس کے نیچے ہیں، نہ اوپر ہیں، حالانکہ خلا میں نامتناہی ہیں (ظاہر ہے) صریح تعطیل اور محض زندقہ ہے اور حدیث ہے کہ یہ تم کلم جدل و عناد کی راہ سے جو دلیل دیتا ہے وہ یہ ہے کہ (عین القضاة) کہتا ہے کہ داخل ہونا، باہر آنا، متصل ہونا آ منے سامنے ہونا، مقابل ہونا یا بلندی و پستی اجسام کی صفات ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہیں اس لئے ان میں سے کوئی بات ان پر منطبق نہیں ہو سکتی (یہ تو کھلا تضاد ہے) ہم اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں، بے شک ان میں کوئی بات اللہ تعالیٰ پر روا نہیں ہے، لیکن ہمارا مقصود الفاظ کا اثبات نہیں ہے بلکہ (سچ نہیں) کا پردہ ہٹانے اور شیطانی مکر و فریب کو رد کرنے کے خیال سے ہم ان الفاظ کو لفظ وجود سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اعلیٰ اور ادنیٰ عالموں اور صورت و معنی کے جہانوں کے ساتھ موجود ہیں یا نہیں؟ اگر تم کہتے ہو کہ موجود ہیں تو ہمارا مقصود حاصل ہو گیا اور اگر کہتے ہو کہ موجود نہیں ہے تو یہ قطعاً تعطیل اور محض زندقہ ہے بجز اس کے کہ

۱۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار۔ چونکہ سلف اللہ تعالیٰ کی صفات کے قائل ہیں اس لئے انہیں صفاتیہ کہا گیا۔ معتزلہ جو صفات کے منکر ہیں معطلہ کہلائے۔ رسالہ

تشریح ترجمہ ڈاکٹر بیر محمد حسن ص ۳۳

وجود او در امکان جسمانیات و روحانیات محال است پس مکانی اثبات کردیم لایق ذات مقدس او جدا و دور بمعنی و حقیقت از امکان جسمانیات و روحانیات و آن مکانیت که آنرا نه طول و نه عرض و نه عمق و نه بعد و نه مسافتست بلکه همه قرب در قربت است، یک ذره و کم از یک ذره در همه عالم غیب و شهادت از و خالی نیست، و محالست عقلاً و همّاً و امکاناً و وقوعاً که هیچ و هم بد و رسد یا هیچ فهم او را در یابد یا هیچ عقل چند و چونی او بداند زیرا که محالست که هیچ مخلوق در و گنج یابد و راه یابد و وهم و فهم و عقل از مخلوقانند و وجود حق تعالی با ذره های عالم چون وجود چنانست با ذره های قالب و لکن المثل لا علی چه دخول و خروج و اتصال و انفصال و تماس و محازات و فوقیت و شحیت و جمله عوارض و صفات اجسام بر روح جایز نیست زیرا که روح از عالم امرست نه از عالم خلق و باین همه هیچ ذره از ذره های قالب از و خالی و دور نیست و از و منفصل نیست اگر چه بدو هم متصل نیست و وجود روح با ذره های قالب نه در مکان جسم است بلکه در مکانیت لایق او و میان آن مکان و جمله امکان بعد از این فصل گفته آید انشاء الله تعالی و به نستعین -

اللہ تعالیٰ کا وجود مکان جسمانیات و روحانیات میں محال ہے، پس ہم ایسے مکان کا اثبات کرتے ہیں جو ان کی ذات مقدس کے لائق ہے، مکان جسمانیات و روحانیات سے علیحدہ اور دور، معنی اور حقیقت دونوں اعتبار سے۔ اور وہ مکان ایسا ہے جس میں نہ طول ہے نہ عرض، اس میں نہ گہرائی ہے نہ دوری، اور نہ مسافت ہے بلکہ تمام قرب ہی قرب ہے۔ تمام عالم غیب و شہود میں سے ایک ذرہ ایک شمشمہ کم یا زیادہ اس کے بغیر نہیں ہے۔ اور عقلاً، وہماً، امرکاناً اور وقوعاً محال ہے کہ کوئی دہم اس تک پہنچ سکے یا کوئی فہم اس کو پاسکے یا کوئی عقل اس کے بارے میں کتنا ہے اور کیسا ہے، معلوم کر سکے۔ کیونکہ یہ قطعی محال ہے کہ کوئی مخلوق اس میں سما سکے یا اس تک راہ پاسکے، اور وہم و فہم اور عقل بھی مخلوق ہیں اور عالم کے ذروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وجود ایسا ہے جیسے قالب کے ذرات کے ساتھ روح کا وجود ہے واللہ المثل الاعلیٰ اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجے کے صفات ثابت ہیں، روح پر اجسام کی صفات مثلاً دخول، خروج، اتصال، انفصال، تماس، محاذات، فوقیت، تحتیت اور تمام عوارض جائز نہیں، کیونکہ روح عالم خلق سے نہیں بلکہ عالم امر سے ہے با ایں ہمہ ذرات قالب میں سے کوئی ذرہ اس سے خالی اور دور نہیں ہے اور اس سے منفصل نہیں ہے اگرچہ متصل بھی نہیں ہے۔ اور قالب کے ذروں کے ساتھ روح کا وجود جسم کے مکان میں نہیں ہے بلکہ ایسے مکان میں ہے جو روح کے لائق ہے۔ اس مکان اور جملہ مکانوں کا بیان اس فصل کے بعد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس سے ہم مدد کے خواستگار ہیں۔

فصل در بیان امکان

بدان که معرفت این امکان جز بصیرت دل و مشاهده سر و معاینه روح ممکن نشود و قرآن و اخبار و اجماع امت محک معارفست پس ما را آنچه ببصایر و مشاهدات معلوم گشته بود بر محک قرآن و اخبار و اجماع امت امتحان کردیم درست و راست آمد، شکر حق تعالی گزاریم و بدل و جان قبول کردیم و همه را ظاهر بیان نمودیم بی تشبیه و تعطیل و بالله العصمة والتوفیق، آمدیم به بیان مکان بزبان طریقت چنانکه مستفادست از مشاهده بصیرت -

خداوند این مخدرة غیبی را که هزاران سالست تا بحجاب عزت محتجب است و بنقاب نور از دیده اغیار مستور، بر دست مشاطه هدایت و توفیق بر طالبان آخر الزماں جلوه کن و تشنگان آخر الزماں را که در بیدای حیرت سرگردانند

فصل امکانہ کے بیان میں

جان لیجیے کہ ان امکانہ کی معرفت بغیر دل کی بصیرت، باطنی مشاہدہ، اور معائنہ روح ناممکن ہے چونکہ قرآن، احادیث اور اجماع امت معارف کی کسوٹی ہیں، پس ہمیں جو بھاسر اور مشاہدات حاصل ہوئے ہم نے قرآن و حدیث اور اجماع امت کی کسوٹی پر انہیں پرکھا، سب درست اور راست پائے۔ ہم نے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دل و جان سے قبول کیا اور اب تمام بھاسر و مشاہدات، کو بے تشبیہ و بے تعطیل کھل کر بیان کرتے ہیں۔ صرف اللہ کی عصمت اور توفیق ہی مدد سے۔ اب ہم زبان طریقت میں جیسا کہ مشاہدہ اور بصیرت سے مستفاد ہوا ہے مکان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

خداوند آپ اس غیبی پردہ نشین کو جو ہزاروں سال سے آپ کے، حجاب عزت کے پردے میں ہے اور نور کے نقاب میں چشم اغیار سے پوشیدہ ہے، ہدایت و توفیق کی مشاطہ کے ذریعے، آخر زمانے کے طالبوں پر جلوہ فگن کر دیجئے اور آخری زمانے کے تشنہ کاموں کو جو حیرت کے بیابان میں سرگرداں ہیں اپنے لطف و کرم کے ساقی کے ذریعہ

بر دست ساقی لطف شربتی شافی فرست، عمر عالم با خر رسید آخرا این
 عروساں چوں ماه از بہر کدام شاہان نام زدند؟ پادشاہا این سرعظم را
 و این بد لازم را بہ بیانی روشن و شرحی مبسوط مبرہن مقرون گردان تا
 بود کہ گم گشتگان تیرہ اغرار و افتادگان عرقاب انکار و میش صورتانی کہ
 در دریدن پوستین بندگان گرگ صفت گشتہ اند و خرمن عمل ریزہ خود
 را با تش غیبت می سوزند و ببا و بدگمانی برمی دہند بنور دلالت تو از
 ظلمت جہالت برہند، یادلیل المتحرین و یا ارحم الراحمین.

بدان الہک اللہ و ارشدک کہ مکان بر سہ قسم است : قسم اول
 مکان جسمانیات، و قسم دوم مکان روحانیات، و قسم سوم مکان اللہ
 تعالیٰ و تقدس، و قسم اول بر سہ قسم است مکان جسمانیات کثیف و مکان
 جسمانیات لطیف و مکان جسمانیات لطف

اما جسمانیات کثیف زمینست و مزاحمت و مضایقت درو
 ظاہرست تا یکی فراتر نشود دیگری بجای او نتواند نشست و قرب و بعد
 در و معلومست، مثلاً از ہمدان بہ نیسا بوز نزدیک ہر است کہ ببغداد
 و دریں مکان از جای بجای شدن ممکن نشود جز بنقل اقدام و قطع
 مسافت دور و اشکالی نیست.

شفا بخش شربت بھجی دیکھئے۔ عالم کی عمر تمام ہوئی آخر یہہ چاند جیسی نہیں
کن بادشاہوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اسے پادشاہ اس بہت بڑے
راز کو اور ناگزیر تدبیر کو ایسے بیان کے ساتھ جو ردشن ہو اور ایسی
شرح کے ساتھ جو واضح ہو با دلیل اور قوی بنا دیکھئے تاکہ اتنا تو ہو
کہ فریب کے بیابان میں بھٹکے ہوئے، انکار کے گرداب میں پھنسے ہوئے
بھیڑ جیسی صورت والے جو بندگانِ الہی کی پوستین پھاڑنے میں بھیڑیے
کی مانند ہو گئے ہیں اور اپنے ریزہ عمل کے خرمن کو غیبت کی آگ میں
جلاتے ہیں اور برگمانی کی ہو ادیتے رہتے ہیں آپ کے نور کی دلیلوں سے
جہالت کی تاریکی سے نجات پا جائیں یا دلیل المتحرین دیا الرحم الراحمین
اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں نیکی ڈالیں اور تمہاری ہدایت فرمائیں
جان لو کہ مکان کی تین قسم ہیں۔ پہلی قسم مکان جسمانیات، دوسری
قسم مکان روحانیات اور تیسری اللہ تعالیٰ و تقدس کا مکان۔ قسم
اول کی بھی تین قسم ہیں کثیف جسمانیات کا مکان، لطیف جسمانیات کا
کامکان اور جسمانیات اللطیف کا مکان۔

جسمانیات کثیف زمین ہے۔ حائل ہونا اور تنگی پیدا کرنا اس
کا ظاہر ہے۔ جب تک کوئی شے کسی جگہ سے نہ ہٹائی جائے دوسری
شے اس کی جگہ نہیں لے سکتی۔ نزدیکی اور دوری بھی اس کی ظاہر ہے
مثلاً ہمدان سے نیشاپور یہ نسبت بغداد کے زیادہ نزدیک ہے، اور
اس مکان میں ایک جگہ سے دوسری جگہ موجود ہونا ممکن نہیں
ہے جب تک قدم بڑھا کر منتقل نہ ہو جائے اور فاصلہ طے نہ کیا
جائے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

اما مکان جسمانیات لطیف مکان باد است و درین مکان هم مزاحمت باشد بدلیل آنکه تا بادی که درخانه باشد از منفذی بیرون نرود بادی دیگر درون نتواند آمد و اگر درخانه فهم نتوانی کرد انبانی که پرباد کنی هیچ باد دیگر درون نتواند آمد تا آنگاه که بادی که درو نیست بیرون آید و بدال که هرچه بعد مکان جسمانیات کثیف است قرب این مکانست یعنی هرچه دروی دور است درین نزدیک است زیرا که در آن مکان هرچه بماهی و دو ماه توان رفت درین مکان بساعتی توان رفت و مرغ چوں درین مکان میرود بساعتی چندال برود که بماهی در زمین و از آواز رعد و دیگر آوازهها، همچنین فهم کن و بدال که این مکان را نیز هم بعد است، چه اگر باد خواهد یا مرعی یا آواز که از مشرق بمغرب رود بجهتی تواند رفت.

اما مکان جسمانیات الطف مکان انوار صورتی است چوں نور آفتاب و ماه و ستارگان و آتش و مثل این و هرچه در مکان جسمانیات لطیف دورست درین مکان نزدیک است، مشرق از مغرب در آل مکان دورست و درین مکان نزدیکست، و برهان این آنست که چوں آفتاب نمر از مشرق برزند

جسمانیات لطیف کا مکان، ہوا کا مکان ہے، اس مکان میں بھی مزاحمت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب تک ایک ہوا کسی گھر میں ہے اور وہ کسی سوراخ یا راستے سے باہر نہیں نکل جاتی دوسری ہوا اس میں داخل نہیں ہو سکتی اگر گھر والی بات آپ کی فہم میں نہیں آ رہی ہے تو یوں سمجھ لو کہ تم ایک برتن میں ہوا بھرتے ہو تو دوسری ہوا اس وقت تک اس میں داخل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے اندر کی ہوا باہر نہیں نکل جاتی۔ اور یہ کبھی جان لو کہ جسمانیات کثیف کے مکان کی دوری، اس مکان کی نزدیکی ہے، یعنی جو شے وہاں دور ہے یہاں نزدیک ہے، کیونکہ جو شے اس مکان (مکان جسمانیات کثیف) میں ایک ماہ یا دو ماہ میں فاصلہ طے کر لے گی وہ اس مکان (مکان جسمانیات لطیف) میں ایک ساعت میں طے کر سکتی ہے اور پرندہ اس مکان میں ایک ساعت میں اس قدر پرواز کر سکتا ہے، جتنا کوئی شخص یا شے زمین میں ایک ماہ میں فاصلہ طے کرتا ہے۔ اسی طور پر بجلی کے کڑکنے کی آواز اور دوسری آوازوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے یہ کبھی سمجھ لو کہ اس مکان میں کبھی دوری (فاصلہ) ہے، کیونکہ ہوا، پرندہ یا آواز یہہ جا میں کہ مشرق سے منتر تک پہنچ جائیں تو ایک مہینہ مدت میں ایسا کر سکتے ہیں۔

جسمانیات العف کا مکان ان النوار کا مکان ہے جو صورت پذیر میں (صورتاً نظر آتے ہیں) جیسے آفتاب، چاند، ستارے اور آگ یا ان کی مثل، اور جو شے جسمانیات لطیف (ہوا اور آواز) کے مکان میں دور ہے، اس مکان میں نزدیک تر ہے اور اس کی دلیل یہہ ہے کہ جب آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے تو آنا نانا اس

ہم در حال نور او بمغرب رسد بی پچ درنگی و اگر روش او در مکان باد بودی جز بدرنگی و زمانی بمغرب نتوانستی رسید و نور آتش و جز آن ہمیں حکم دارد تا بدان جا یگا کہ منقطع شود، پس معلوم شد کہ نور مکانی دیگر دارد جز مکان باد، و برہان دیگر بدین آنتست کہ چون شمعی در خانہ بری کہ پر باد بود نور شمع در آن خانہ منتشر شود بی آنکہ باد را از خانہ بیرون بآید شد، پس دانستیم کہ نور را در میان باد مکانی دیگر است لطیف تر از مکان باد و ہرگز باد در آن مکان نتواند رفت بسبب کثافت نسبی، و نہ نیز نور در مکان باد تواند آمد بسبب لطافت بر تقدیر خلوص مکان باد، ولیکن از غایت قرب این دو مکان را از یک دیگر تمیز نتوان کرد و باز شناختن این چیز بہر این عقلی و مشاہدات سری و مکاشفات قلبی و معاینات روحی صورت نبندد و اگر درین اشکالی ہست مثالی دیگر بگوئیم بفہم نزدیک تر: بدان کہ حقیقت آتش حرارتست و ہمیشہ احراق و آسختن تو آنرا آتش دانی صورت آتشت و خاصیتش اضاعت و آتش ضد آبست بطبیعت و اجتماع ضدین محالست و ہرگز نتواند بود کہ آب و آتش جمع شوند در یک مکان، چون این بدانستی بدان کہ در آب گرم آتش موجودست و آن آتشت کہ دست می سوزاند نہ آب، و دانستہ کہ آب و آتش در یک مکان جمع نشوند پس معلوم شد کہ آتش در میان آب مکانی دیگر دارد جز مکان آب و در مکان آب آتش نیست

کی روشنی کسی تاخیر کے بغیر مغرب تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر نورِ آفتاب کی روشنی ہوا کے مکان میں ہوتی تو مزاحمت اور مدت کے بغیر مغرب تک نہ پہنچ سکتا۔ اسی طرح آگ سے پیدا ہونے والی روشنی اور دیگر روشنیوں پر کبھی، جب تک انہیں اپنے مقام سے منقطع نہ کیا جائے، اسی حکم کا اطلاق ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ نور کا مکان، ہوا کے مکان سے علیحدہ ہے اور دوسری دلیل اس پر یہ ہے کہ اگر تم ایک شمع کسی گھر میں لیجاؤ جو ہوا سے پر ہو تو شمع کی روشنی اس گھر میں بغیر ہوا خارج کئے پھیل جائے گی، پس ہم جان گئے کہ ہوا کے درمیان بھی روشنی کا مکان دوسرا ہے جو ہوا کے مکان سے لطیف تر ہے، اور ہوا اپنی ذاتی کثافت کے سبب نور کے مکان میں داخل نہیں ہو سکتی اور نہ روشنی اپنی لطافت کے باعث، ہوا کے مکان کے خلا کے اندازے کے مطابق ہوا کے مکان میں آ سکتی ہے لیکن ان دونوں مکان کے انتہائی قرب کی وجہ سے ایک دوسرے سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ ادویات وہی ہے کہ اس کی معرفت عقلی دلائل باطنی مشاہدات، قلبی مکاشفات اور روحی معائنات کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اگر اس میں کوئی اشکال ہے تو ہم دوسری مثال بیان کرتے ہیں جو فہم سے زیادہ نزدیک ہے۔ جان لو کہ آگ کی حقیقت گرمی ہے اور اس کی ماہیت جلانا ہے اور تم جسے آگ سمجھتے ہو وہ آگ کی صورت ہے اور اس کی خاصیت روشن کرنا ہے اور یہ اعتبار طبیعت آگ پانی کی ضد ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ، اجتماع ضدین محال ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آگ اور پانی ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ جب تم کو یہ بات معلوم ہو گئی تو یہ بھی جان لو کہ گرم پانی میں آگ موجود ہے اور وہ آگ ہی ہوتی ہے جو ہاتھ کو جلاتی ہے پانی نہیں۔ اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ آگ اور پانی ایک مکان میں جمع نہیں ہو سکتے پس نتیجہ یہ نکلا کہ آگ پانی میں ہوتے ہوئے دوسرے مکان میں ہے، پانی کے مکان سے علیحدہ، اور جس طرح پانی کے مکان میں آگ نہیں ہوتی

و در مکان آتش آب نیست زیرا که اگر آب و آتش در یک مکان جمع شوند اجتماع ضدین لازم آید و این محالست، اما در مکان بغایت نزدیکند یک دیگر، هیچ جزوی از آب گرم نیست که توان گفت که این آبست بی آتش یا این آتشست بی آب و هر یک از ایشان از یک دیگر جدا اند نه متصل بهم و نه منفصل از هم، چون این مکان فهم کردی بدان که درین مکان مزاحمت و مضایقت نیست و برهانش آنست که اگر یک شمع در خانه بری نور آن شمع بهمه زوایا و هوای آن خانه برسد و اگر صد شمع دیگر در بری انوار همه در یک مکان جمع شود بی آنکه شمع اول بیرون باید برود و بدان که این مکان را نیز بعد هست زیرا که نور آفتاب و آتش از حجب کثیف در نتواند گذشت و چون بعد مفرط شود نور منقطع گردد پس معلوم شد که هر چه از پس حجاب کثیف است یا از بعد مفرط منقطع می شود ازین مکان و آنچه در این مکان باشد درست.

قسم دوم از اقسام ممکنه مکان روحانیات است و آن انواع بسیار و هر چند روحانی لطیف تر مکان اول لطیف تر، و حاصل آن چهار نوع می آید: نوع اول مکان روحانیات ادنی و نوع دوم مکان روحانیات اوسط و نوع سوم مکان روحانیات اعلی و نوع چهارم مکان ارواح. اما روحانیات ادنی ملائکه اند که بر دوزخ موکلند و بر زمین های دیگر که فرود زمین ماست و بر ترایشاں ملائکه اند در رتبت

اسی طرح آگ کے مکان میں پانی نہیں ہوتا کیونکہ اگر آگ اور پانی ایک مکان میں جمع ہو جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا اور یہہ محال ہے۔ لیکن مکان میں ایک دوسرے سے انتہائی قریب ہیں۔ گرم پانی کا کوئی جزو ایسا نہیں ہے جس کے لئے یہہ کہا جاسکے کہ یہہ بے آگ پانی بے یا یہہ بے پانی آگ ہے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک، ایک دوسرے سے جدا کبھی ہے نہ ہم متصل ہیں اور نہ منفصل ہیں۔ جب تم نے اس مکان کی حقیقت کو سمجھ لیا تو یہہ بھی جان لو کہ اس مکان میں مزاحمت اور تنگی نہیں ہے اور دلیل اس کی یہہ ہے کہ اگر تم کسی گھر میں ایک شمع لیس جاؤ، تو اس شمع کی روشنی اس گھر کے تمام گوشوں اور خلا تک پہنچ جاتی ہے، اگر سو شمعیں لیس جاؤ تو سب کی روشنیاں ایک مکان میں، بغیر اس کے کہ پہلی شمع کو باہر لیس جایا جائے جمع ہو جاتی ہیں اور جان لو کہ اس مکان میں کبھی بعد ہوتا ہے کیونکہ آفتاب اور آگ کی روشنی کثیف پردے سے نہیں نکل سکتی اور جب بعد حد سے تجاوز کر جائے گا تو روشنی منقطع ہو جائے گی، پس معلوم ہوا کہ جو روشنی کسی کثیف پردے کے پیچھے ہوتی ہے یا بہت زیادہ دوری کے سبب منقطع ہو جاتی ہے، وہ اس مکان سے اور جو کچھ اس مکان میں ہے اس سے دور رہتی ہے۔

امکنہ کے اقسام میں سے دوسری قسم مکان روحانیات ہے اور اس کے بہت سے انواع ہیں اور جس قدر کوئی روحانی شے لطیف تر ہوتی ہے اسی نسبت سے اس کا مکان کبھی لطیف تر ہوتا ہے۔ بہر حال ان سب کا حاصل چار انواع میں۔ پہلی نوع روحانیات ادنیٰ کا مکان، دوسری نوع روحانیات اوسط کا مکان، تیسری نوع روحانیات اعلیٰ کا مکان اور چوتھی نوع ارواح کا مکان۔ روحانیات ادنیٰ وہ ملائکہ ہیں جو دوزخ پر اور دوسری زمینوں پر جو ہماری زمین کے نیچے ہیں مقرر ہیں اور ان سے رتبے میں برتر وہ ملائکہ ہیں جو دریاؤں

که بر دریاها و کوه ها و صحرا با موکل اند و علی الجمله طوایف فرشتگانی
اند که مسخرند از بهر ترتیب مناظم عالم سفلی که مستقر فلک قمرست و
روش ایشان در صعود تا آسمان اول پیش نباشد و از آنجا البته تواند
گذشت اگر چه قدرت گذشتن دارند ولیکن از راه رتبت ایشان را
آنجا بداشته اند هرگز بمقدار سرانگشتی بیشتر نشوند چنان که فرموده:
وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ^۱ و در درجات و مقامات ایشان
تفاوت بسیارست ولیکن همه را در یک درجه شمردیم و روحانیات ادنی
لقب نهادیم تا دراز نشود و هر چه در آسمانهاست از راه رتبت از
ایشان دورست.

اما روحانیات اوسط ملائکه آسمانها اند و ملائکه هر آسمان از آسمان
دیگر مجربند، و لودنوت انملة لا حترقت، در حق همه است و همچنین تا
حمله عرش و صافین و حافین و انواع ملائکه که فرود عرشند و تفاوت در
درجات و مقامات ایشان را نهایت نیست ولیکن همه را در یک درجه
انگاشتیم و تفاوت میان ایشان در مراتب همچون مراتب خدم و حشم سلاطین
صورتست که پیش تخت پادشاه هر یک را مقامی معینست

پہاڑوں اور صحراؤں پر مقرر ہیں ان کے علاوہ فرشتوں کے وہ گروہ ہیں جو عالم سفلی کے انتظام کی ترتیب کے لئے مسخر ہیں۔ ان کا مستقر فلک قمر ہے، یہہ فرشتے بلند یوں پر جاتے ہیں لیکن ان کی روش آسمان اول سے زیادہ نہیں ہے اور نہ اس سے آگے جاسکتے ہیں، اگرچہ وہاں سے گزرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن رتبے کے اعتبار سے ان کو وہیں تک رکھا گیا ہے اور ہرگز انگلی کے ایک پورے کے برابر بھی آگے نہیں بڑھتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَا مَنَا الْاَلَمَ مَقَامٌ مَعْلُومٌ (ادرم میں سے ہر اک کا ایک معین درجہ ہے، اور ان کے درجات و مقامات میں بہت زیادہ فرق ہے لیکن ہم سب کو ایک ہی درجے میں شمار کرتے ہیں اور وہاں اذنی القبر رکھتے ہیں تاکہ بیان طویل نہ ہو جائے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے مراتب کے اعتبار سے ان کی (رسائی) سے بالاتر ہے۔

روحانیات اوسط آسمانوں کے ملائکہ ہیں اور ہر آسمان کے ملائکہ دوسرے آسمان کے ملائکہ سے پوشیدہ ہیں، ان سب کے حق میں یہہ مقولہ صادق آتا ہے "اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی (آگے) جاؤں تو میں جل جاؤں"۔ اسی طرح عرش کو اٹھائے ہوئے برابر برابر صفت لسنہ اور گردا گرد کھڑے ہوئے فرشتے اور ملائکہ کے انواع جو زیر عرش ہیں سب اسی ذیل میں آتے ہیں اور ان کے درجات و مقامات میں تفاوت کی حد انتہا نہیں ہے لیکن ہم نے سب کو ایک ہی درجے میں رکھا ہے۔ ان کے درمیان مراتب میں فرق اسی طرح کا ہے جس طرح کا فرق ظاہری بادشاہوں کے خدمت گزاروں اور لشکر میں ہوتا ہے کہ بادشاہ کے دربار میں ہر اک کا مقام ملتا۔

لہ سعودی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

اگر یک سر موئے برتر پریم فروغ تجلی بسوزد پریم

کہ از آنجا بیشتر نتوانند شد

امار و عانیات اعلیٰ مقربان حضرت ربوبیت اند از راه صفت
 و مراتب ایشان را نہایت نیست و مقام ایشان در عالم علیین است و
 ایشان سخت لطیف اند تا بجای کہ اگر خواهند خویشتن را از طوائف ملائکہ
 کہ فرود ایشانند باز پوشند کہ بہ ہیچ گونه ایشان را نتوانند دید از شرط
 لطافت امکانہ ایشان و در مکان ایشان ہیچ حجاب نیست از دیوار مخپین
 در آیند کہ از دور و در اندرون سنگ سخت، پیمان جای دارند کہ در
 فضای فراخ، و در امکانہ ایشان ہم نوعی است از بعد، زیرا کہ ایشان را
 بحرکت ہم حاجت است اگرچہ بہ کم از یک طرفتہ العین بمقصد رسند اما
 حاجت بحرکت ہم منافی کم است در روحیت، و ہر یک از طوائف
 ملائکہ دیگر ہمین خاصیت دارند و لیکن در عالم خود بقدر مرتبہ خود،
 اما مکان ارواح ہم متفاوتست بر حسب تفاوت ارواح در لطافت
 و کمال در لطافت روح انسانی راست و این روح بغایت لطیفست
 و ہیچ مخلوق در لطافت بدرجہ او نرسد و ہیچ ذرہ از عرش تا تحت الثری
 از او از مکان او دور نیست و او را بحرکت ہیچ حاجت نیست ہر جا کہ
 او را بجوی بیابی و او نہ متصل است و نہ منفصل، نہ داخل است و
 نہ خارج، نہ متحرکت و نہ ساکن، و این ہمہ میراہین عقلی معلومست و
 لیکن چون شیوہ عقل معرفت نبود و ہر طایفہ در آل سخن گفتہ اند
 در آل شروع نکردیم و براہین عقلی کسی را بکار آید کہ مکاشفات قلبی
 و مشاہدات سری و معاینات روحی نداشته باشد

ہے، اس مقام سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔

روحانیات اعلیٰ بہ اعتبار صفت حضرت ربوبیت کے مقرب ملائکہ میں اور ان کے مراتب کی کوئی انتہا نہیں ہے اور ان کا مقام عالم علیین میں ہے اور یہہ لے حد لطیف ہیں، یہاں تک کہ اگر چاہیں تو ملائکہ کے ان گردہوں سے جن کا مستقر ان سے نیچے ہے خود کو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ کر لیتے ہیں اور بے حد لطافت کے باعث انہیں کسی طرح نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور ان کے مکان میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں اور یہہ دیواریں سے اس طرح نکل جاتے ہیں جس طرح کوئی دروازے سے نکلتا ہے درخت پتھر میں ایسے قیام پذیر ہو سکتے ہیں جیسے کشادہ دنیا میں۔ ان کے امکان میں کبھی بہ سبب بعد نوعیں ہوتی ہیں کیونکہ یہ بھی حرکت کے محتاج ہیں، خواہ بیک جھلکتے سے آگے میں مقصد پالیں لیکن روحیت میں حرکت کا محتاج ہونا کمال کے منافی نہیں ہے اور ملائکہ کے دوسرے گردہوں میں سے ہر ایک ایسی خاصیت کا حامل ہے جیسا کہ اپنے مخصوص عالم میں اور اپنے مرتبے کے بقدر۔

مکان ارواح کبھی، روحوں کی پاکیزگی میں ذوق کے مطابق، متفاوت ہوتا ہے اور لطافت میں کمال صرف روح انسانی کو حاصل ہے اور یہہ روح بہت زیادہ لطیف ہوتی ہے، اور پاکیزگی میں کوئی مخلوق اس کے درجے تک نہیں پہنچ سکتی اور عرش سے سخت الشرف ایک کوئی ذرہ اس کے مکان سے دور نہیں ہے اور اس روح کو حرکت کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے تم اسے جہاں کبھی تلاش کرنا لو گے۔ وہ نہ متصل ہے نہ منقطع، داخل ہے، نہ خارج ہے، نہ متحرک ہے، نہ ساکن ہے۔ یہہ تمام امور، اول عالم سے ثابت ہیں، لیکن چونکہ عقل کا شیوہ معرفت نہیں ہے اور ہر گردہ نے اس مسئلے پر گفتگو کہے، ہم نے اس بحث کو ترک کر دیا ہے۔ درحقیقت عقلی دلائل کی تو اس شخص کو ضرورت ہوتی ہے جو قلبی مکاشفات، باطنی مشاہدات اور روحی معائنات سے

چه چون آفتاب معرفت طالع شود بنور چراغ عقل حاجت نباشد و
 بدان که درین مکان ہم نوعی هست از بعد، زیرا که علیین نامتناهی ازو
 دورست، و سافلین نامتناهی بچنین و علی الجمله ہرچہ نامتناهی است
 از و دوراست چه او متناهی است و متناهی بنامتناهی محیط نشود
 والسلام۔

آ مدیم بمقصود بدان کہ حق تبارک و تعالیٰ ازین ہمہ مکانہا کہ یاد کردیم
 منزہ و مقدس و متعالیست نہ حلول او درین مکانہا رواست و نہ مماستہ
 آل او را منصور، و نہ مخاذات این او را جائز، و مکان او عرض و جل فوق ہمہ
 مکانہاست و ہمہ آل مکان قرب در قربست، در و بعد از یہیچ وجہ ممکن
 نیست، علیین و سافلین و ہمہ نامتناهی یک نقطہ اوست و این مکان
 را نہ طولست و نہ عرض نہ عمق و نہ بعد و نہ مسافت و نہ فوق و نہ تحت
 و نہ بچین و نہ یسار و نہ خلف و نہ قدام اگر بہ وسعت آل مکان نگری تنگ
 از آل بنی کہ چشم زدو ہم در و گنجد و اگر بضیق آل نگری او را بر ہمہ
 متناهی محیط یابی، لا یعرف عنہ الا بہ، و بدان کہ اگر روح بمتابعت سید
 بشر صلی اللہ علیہ وسلم بدو ام ریاضات و مجاہدات قوت گیرد تواند کہ
 قالب کثیف را بہ مکان جسمانیات لطیف کشد و نشانش آل باشد کہ
 بیک ساعت دوسہ ماہہ راہ برود و آنچه شنیدہ کہ زمین را از بہر فلاں
 ولی طی کردند۔

محررم ہو، کیونکہ جب معرفت کا آفتاب طلوع ہو جاتا ہے تو عقل کے چراغ کی روشنی باقی نہیں رہتی۔ اور تم جان لو کہ بعد کے اعتبار سے اس مکان میں بھی قسمیں ہیں کیونکہ نامتناہی علیین اس سے دور ہے اور اس کی طرح نامتناہی سافلین بھی اس سے دور ہے اور جو بھی نامتناہی ہے اس سے دور ہے، کیونکہ یہ خود متناہی ہے ظاہر کہ متناہی نامتناہی پر محیط نہیں ہو سکتا۔ والسلام

اب ہم مقصد کی جانب آتے ہیں۔ جان لو کہ حق تبارک و تعالیٰ ان تمام مکانوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، منزہ ہیں پاک ہیں اور عالی ہیں۔ ان مکانوں میں نہ ان کا حلول رہا ہے اور نہ ان کی پیوستگی متصور ہو سکتی ہے، اور نہ ان کی ذات کے لئے ان مکانوں کے نماذ میں ہونا جائز خیال کیا جاسکتا ہے۔ اس خدائے عز و جل کا مکان تمام مکانوں سے برتر ہے اور یہ مکان تمام تر قرب درقرب ہے۔ اس میں کسی اعتبار سے بھی بد ممکن نہیں ہے علیین، سافلین اور تمام نامتناہی (ملکر) اس کا ایک نقطہ ہے۔ اس مکان کا نہ طول ہے، نہ عرض، نہ گہرائی ہے، نہ بعد اور نہ مسافت، نہ بلندی ہے نہ پستی وہ نہ دائیں طرف ہے نہ بائیں طرف اور نہ پیچھے ہے نہ آگے ہے، اگر تم بہ اعتبار وسعت اس مکان کو دیکھو تو اس سے بھی زیادہ تنگ پاؤ گے کہ اس میں شائبہ و ہم بھی سما سکے، اور اگر تم بہ اعتبار تنگی اسے دیکھو تو اسے تمام متناہی پر محیط دیکھو گے۔ لایعرف منہ الالبہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کسی کو حاصل نہیں ہوں مگر خود اس کے) تم جان لو کہ اگر انسانی روح سید بشر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ دائمی ریاضات و مجاہدات سے قوت حاصل کرے تو یہ بھی ممکن ہے کہ قالب کثیف کو جسمانیات لطیف کے مکان تک پہنچا دے اور اس کی علامت یہ ہے کہ ایک ہی ساعت میں دو تین ماہ کی راہ طے کر لی جائے اور یہ جو تم نے سنا ہے کہ (اللہ رب العزت نے) فلاں دلی کے لئے زمیں کو لپیٹ

تا بیک شب بکے رفت دریں حال باشد و اگر قوتش بیش باشد تو اندکے قالب
را بمکان جسمانیات الطف کشد و نشانش آں بود که در میاں آب برود
و تر نشود زیرا که او در مکان آتش در آب میرود و در آں مکان آب
نیست و نیز بیک نفس از مشرق بمغرب رود و نیز او را در چند
حال مختلف به بیند و او در یک جای ساکن بود و این ولی هنوز
از امکانہ جسمانیات نگذشته باشد و اگر قوت روح بکمال رسد قالب
را بمکان روحانیات کشد و نشانش آں باشد که در آتش رود و
نسوزد زیرا که او در مکان روحانیات در آتش میرود و در آں
مکان هیچ آتش نیست و آنچه شنیده که زبانیہ را هیچ المی نمی رسد از
آتش دوزخ، از اینست ہ انبیار و اولیاء علیہم السلام در دوزخ
روند از بہر راستی وعدہ : **وَ اِنَّ مِّنْکُمْ اِلَّا وَاْرِدُہَا** - ا بدین صفت
روند و دریں مکان باشند لاجرم در شوتند و بیرون آیند و ایشان را
از دوزخ و احوال آں هیچ خبر نباشد **اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَہُمْ مِّنَّا
الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْہَا مُبْعَدُوْنَ** ۲ در دوزخ باشند و از دوزخ
دور باشند ہم چنان کہ اندیشہ تو در میاں آتش رود و بیرون آید و
نہ او را از آتش خبر باشد و نہ آتش را از او اثر، زیرا کہ در مکان آتش
اندیشہ نیست و در مکان اندیشہ آتش نہ، و نشان دیگر آں باشد کہ
این ولی از دیوار ہچنان در آید کہ از در

۱- سورہ ۱۹ آیت ۷۱ ۲- سورہ ۲۱ آیت ۱۰۱

دیا۔ یہاں تک کہ ایک شب کی مدت میں مکہ معظمہ پہنچ گیا اسی حالت میں ہوتا ہے اور اگر زیادہ قوت حاصل ہو تو یہہ بھی ممکن ہے کہ قالب کو جسمانیاتِ اللطف تک پہنچا دے اور اس کی علامت یہہ ہے کہ پانی کے اندر چلے لیکن تر نہ ہو، کیونکہ وہ پانی کے اندر آگ کے مکان میں چلتا ہے اور وہاں مکان آب موجود ہی نہیں ہے رتو پانی کا اثر اس پر کس طرح ہو سکتا ہے، نیز ایک دم میں مشرق سے مغرب تک جا سکتا ہے، دریاں جابکہ وہ ایک ہی مقام پر ساکن ہو لیکن اسے چند مختلف حال میں لوگ دیکھیں جب کہ وہ دلی امکانہ جسمانیات سے بھی نہ گزرا ہو، اور اگر روح کی قوت کمال تک پہنچ جائے تو وہ قالب کو روحانیت کے مکان میں کھینچ لے جاتی ہے اور اس کی علامت یہہ ہے کہ وہ آگ میں چلے اور نہ چلے کیونکہ وہ مکان روحانیات میں آگ کے اندر چلتا ہے اور اس مکان میں آگ سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور یہہ جو تم نے سنا ہے کہ ملائکہ دوزخ کو دوزخ کی آگ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، اسی بنا پر ہے۔ اور انبیاء اور اولیاء علیہم السلام وعدے کی صداقت کا مشاہدہ کرنے کے لئے دوزخ میں جلتے ہیں دان منکم الا واردی رادتم میں سے کوئی بھی نہیں ہے جس کا اس پر سے گزرنہ ہو، تو اسی صفت کے ساتھ جاتے ہیں اور مکان روحانیات میں ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً اندر جاتے اور باہر آتے ہیں اور انہیں دوزخ اور اس کے خوف سے کوئی خبر نہیں ہوتی ان الذین سبقت لہم من الحسنیٰ اولئک عنہما بعد دن (جن کے لئے ہماری طرف سے کھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس دوزخ سے دور کئے جائیں گے)۔ دوزخ میں ہوتے ہیں لیکن دوزخ سے دور ہوتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح آپ کا خیال آگ میں جانا ہے اور باہر آتا ہے لیکن اسے آگ کی کوئی خبر ہوتی ہے اور نہ آگ کو اس سے کوئی اثر ہوتا ہے کیونکہ خیال آگ کے مکان میں نہیں ہے اور آگ خیال کے مکان میں نہیں ہے۔ دوسرے علامت یہہ ہوتی ہے کہ یہہ ولی دیوار سے اس طرح نکل آتا ہے جیسے کوئی دروازے سے آجاتے اور

و هیچ چیز او را حجاب نکند و نشان دیگر آں بود که خود را از چشم هر که خواهد بپوشد و این همه ممکنست و مهست و خواهد بود، اما ممکن نیست و صورت نیند و روان باشد که حق جل جلاله در چیزی ازین اماکن که یاد کردیم فرود آید یا بدان پیوندد و یا برابر آں بود و یا هیچ آفریده بمکان او رسد و این غایت ارتفاع مکانست که هیچ آفریده را به حق تعالی در مکان و غیر آں امکان مشارکت نیست و آں ارتفاع که مفهوم اهل ظاهراست از راه جهت فوق نه پس رفعتست زیرا که زیر عرش عالمهای بسیار است و مخلوقات بی شمار و اگر آنرا انکار کنی باری وجود مخلوقات را که زیر عرشند انکار توانی کرد پس بدانی که رفعت جهتی مختص است که خلق را در آں مکان مشارکت هست و کمال رفعت این مکان راست که یاد کردیم زیرا که امکان ندارد که هیچ آفریده دروگنجد.

آری جانان تا کی گرد عالم پویی و از زیر و بالا سخن گویی خلاصه وجود تویی، و سرچشمه شهود تویی، در وجود خود نگر و فی انفسکم افلا تبصرون تا هر چه در کل عالم اثبات کردی در وجود خود عیان ببینی که فتوح و دولت تو اینجاست، بوفای مسلمانی بر تو که این فصل را مسلمانان و بنیوش و حله حرمت و حضور در پوش تا بدانی بل که به بینی که آنکه ناگزیر تست در میان جان و دل تست -

کوئی چیز اس کے لئے آڑ نہیں بنتی اور دوسری علامت یہ ہے کہ یہہ دل خود کو ہر کسی کی آنکھ سے چلے تو پوشیدہ کر لے اور یہہ سب ممکن ہے، ہوتا رہتا رہتا ہے ہوتا رہے گا لیکن یہہ ممکن نہیں ہے، اور نہ اس کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے نہ ہی یہ درست ہے کہ حق جل جلالہ ان مکالوں کی جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، کسی چیز میں اترا آئیں، یا اس کے ساتھ پیوستہ ہوں یا اس کے برابر ہو جائیں یا کوئی مخلوق ان کے مکان میں پہنچ سکے کیونکہ یہہ غایت درجہ بلند مکان ہے۔ کسی مخلوق کو حق تعالیٰ کے ساتھ مکان میں یا اس کے علاوہ شرکت کا امکان نہیں ہے۔ وہ بلندی جو اہل ظاہر کا مفہوم ہے، فوجیت کی جہت کے اعتبار سے نہیں بلکہ محض رفعت ہے، کیونکہ عرش عظیم کے نیچے بہت سے عالم ہیں اور بے شمار مخلوق ہیں۔ اگر تم اس کا انکار کر دو تو مخلوقات کے وجود کا جو عرش سے نیچے ہیں کسی طرح انکار نہیں کر سکتے پس تمہیں معلوم ہو گیا کہ رفعت ایک محدود جہت ہے جس میں خلق کو بھی مشارکت حاصل ہے اور کمال رفعت (توصیف) اس مکان کے لئے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ کوئی مخلوق اس میں سما سکے۔

اے عزیز تم کب تک بے مقصد، عالم کے گرد بچھرتے رہو گے در زمین دسمہ پر (یعنی) بخت میں مبتلا رہو گے، حالانکہ خلاصہ وجود تم ہو اور سرچشمہ شہود بھی تم ہو، اپنے وجود میں نظر کرو، وہی انفسکم افلا تبصرون اور خود تمہاری ذات میں بھی رہے، کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا، تاکہ جو کچھ تم نے کل نہ مہیا ثبات کی ہے، خود اپنے وجود میں سے عیاں دیکھ لو اور حقیقتاً تمہاری نشانی اور دولت ہے۔ تمہیں ایفائے مسلمان کی قسم، اس فصل کو اہل تیسیم کو در سنو، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز تمہارے لئے ہے، وہ خود تمہارے جان و دل کے درمیان ہے۔

بدان شرح اللہ صدرک و لیسرک امرک کہ قالب تو مرکبست از
 چهار عنصر متضاد : خاک و باد و آب و آتش و این ہرچہا بحقیقت در
 قالب تو جمع اند ہرچہ بعد از خشک شدن قالب بر جای بماند از خاکست
 و ہر رطوبت کہ در دست از آبت و ہر حرارت کہ در دست از آتش است
 و ہر بر درت کہ در دست ز باد دست مکان خاک در قالب تو ظاہرست
 بل کہ عیانست و درین خاک آب را مکانی دیگرست لطیف ، لایق
 لطافت آب ، بدلیل آنکہ پیش ازین گفتیم کہ آب و خاک ضدیک دیگر
 دیگرند اجتماع ایشان در یک مکان محالست و نیز در مکان ایشان
 مضایقت و مزاحمتست تا یکی برنخیزد دیگری بجای او نتواند نشست
 و برہانش ہمانست کہ گفتہ شد و در این آب باد را مکان دیگرست
 لطیف تر از مکان آب زیرا کہ اجتماع - ایشان در یک مکان محالست
 بدلیل آنکہ ہم اکنون در استحالت اجتماع آب و خاک یاد کردہ شد و
 درین باد آتش را مکان دیگرست لطیف تر از مکان باد بہمان دلیل
 و درین آتش جان تر از مکانی دیگرست لطیف تر از مکان آتش و در میان
 جان تو حق را مکانی دیگرست لطیف تر از مکان جان تو ، و فوق مکان
 حق تعالی هیچ مکان نیست و نتواند بود و در مکان خاک نہ آبت و نہ
 باد نہ آتش و نہ جان و نہ خدای ، و در مکان باد نہ خاکست و نہ آب
 و نہ آتش و نہ جان و نہ خدای ، در مکان آتش نہ خاکست و نہ آب
 و نہ باد

اللہ تعالیٰ تمہارے سینے کو کھول دیں اور تمہارے معاملہ کو تم پر آسان فرمادیں
تم جان لو کہ تمہارا قالب چار متغنا عناصر کا مرکب ہے۔ مٹی، ہوا، پانی اور آگ۔
یہ چاروں حقیقت میں تمہارے قالب میں جمع ہیں قالب کے خشک ہو جانے کے بعد
جو عنصر اپنی جگہ باقی رہتا ہے وہ خاک ہے۔ اس میں جو رطوبت ہے پانی کے سبب
ہے جو حرارت ہے آگ کے باعث ہے جو ٹھنڈک ہے ہوا کی وجہ سے ہے۔ خاک
کا مکان تمہارے قالب میں ظاہر ہے بلکہ عیاں ہے، اسی خاک میں پانی کا ایک
مکان دوسرا ہے، لطیف جو پانی کی لطافت کے لائق ہے اس دلیل کے مطابق
جو اس سے پہلے ہم نے بیان کی کہ پانی اور مٹی ایک دوسرے کے ضد ہیں اور ایک
مکان میں ان کا جمع ہونا امر محال ہے۔ نیز ان کے مکان میں مزاحمت اور تنگی
ہے، جب تک کہ ایک دباؤ سے ہٹ نہیں جاتا دوسرا اس کی جگہ نہیں لے سکتا
اور دلیل اس کی دہی ہے جو بیان کی جا چکی ہے، اور اس پانی میں ہوا کا مکان دوسرا
ہے پانی کے مکان سے زیادہ لطیف، کیونکہ ایک مکان میں ان کا اجتماع
محال ہے اسی دلیل کے مطابق جو ابھی ابھی پانی اور خاک کے جمع ہونے کی حالت
کے سلسلے میں بیان کی گئی۔ اس ہوا میں آگ کا مکان علیحدہ ہے۔ ہوا کے مکان
سے لطیف تر، اسی دلیل کے مطابق۔ اور اسی آگ میں تمہاری روح کا مکان
دوسرا ہے، جو آگ کے مکان سے زیادہ لطیف ہے، اور تمہاری روح کے
درمیان حق تعالیٰ کا مکان ہے جو تمہاری روح کے مکان سے زیادہ لطیف
ہے اور حق تعالیٰ کے مکان سے فوق کوئی مکان نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔
(اب مسئلہ کو اس طرح سمجھیں کہ) خاک کے مکان میں نہ پانی ہے، نہ ہوا، نہ
آگ، نہ روح نہ خدا ہے۔ ہوا کے مکان میں، نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ
آگ، نہ روح نہ خدا ہے۔ آگ کے مکان میں، نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ ہوا

و نہ جان و نہ خدای ، و در مکان جان نہ خاکست و نہ آب و نہ باد
و نہ آتش و نہ خدای ، و در مکان خدای عزوجل نہ خاکست و نہ آب و
نہ باد و نہ آتش و جان ، با ہمہ بی ہمہ از ہمہ دور ، از ہمہ بہمہ نزدیک تر۔
ای درمیان دل و جان و از دل و جان پنهان ، و ای نور دیدگان
و دیدہ از توبی نشان ، ای حاصل دل و دل از توبی حاصل ، اے نزدیک
نہ متصل ، و ای دور نہ منفصل ، ہمہ جائی ہستی و نمیدانم تا کجائی کجائت
جو یکم کہ در ہر چہ ہست نشان تست و نمی دانم کہ از تو کجا نشان یا بم
فریاد از ما فریاد از نزدیکی تو و دوری بندہ فریاد از حاضری تو و
غایبی بندہ ، فریاد از جمال با کمال تو و تا بینائی بندہ ، فریاد کہ ہزار
جان بندہ فدای ندای تو باد۔

سؤال : اگر سابقی سوال کند کہ این مکان کہ تو اثبات کردی در
ازل بود یا نہ اگر گوی بود لازم آید کہ قدیم باشد و با حق تعالی قدیمی
دیگر اثبات کردن کفر بود و اگر گوی نبود ہر آئینہ محدث باشد و مخلوق
و حلول قدیم در مخلوق و محدث محال بود پس معلوم شد کہ اثبات مکان
متعذرست !

ما جواب گوئیم : حاشا حلول بر ذات و صفات قدیم حق جل
جلالہ روانیست ، نہ ہیچ مخلوق بذات او فرود آید

نہ روح نہ خدا ہے۔ روح کے مکان میں نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ ہوا، نہ آگ نہ خدا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے مکان میں، نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ ہوا، نہ آگ اور نہ روح ہے۔ (وہ) سب کے ساتھ ہے اور سب سے جدا سب سے دور ہے۔

اے دل وہاں کے درمیان (دواسطہ اتصال) اور (پھر کبھی) دل و حیاں سے پوشیدہ، اے آنکھوں کے نور اور (پھر کبھی) آنکھ آپ سے بے آگاہ اے حاصل دل مگر دل آپ کی یانت سے بے حاصل۔ اے نزدیک مگر غیر متصل اے دور مگر غیر منفصل۔ آپ سب جگہ موجود اور میں نہیں جانتا کہ آپ کہاں ہیں آپ کو کہاں تلاش کروں کہ ر یوں تو جو کچھ ظاہر میں ہے وہ آپ پر دلیل ہے (مگر) میں نہیں جانتا کہ آپ کا پتہ کہاں پاؤں۔ ہماری دہائی ہے۔ گلہ آپ کی نزدیکی اور بندے کی دوری سے شکوہ آپ کی موجودگی اور بندے کے غائب ہونے سے۔ فریاد ہے آپ کے جمال باکمال اور بندے کی بے بھری سے آہ کہ بندے کی ہزار جانیں آپ کی ایک ندا پر فدا ہوں۔

سوال۔ اگر مسترض یہہ سوال کرے کہ یہہ مکان جس کو تو نے ثابت کیا ہے، ازل میں تھا یا نہیں تو اگر تیرا جواب ہے کہ تھا۔ تو حق تعالیٰ کے ساتھ مکان کا قدیم ہونا بھی لازم آیا، اور حق تعالیٰ کے ساتھ دوسرے قدیم کا اثبات کرنا کفر ہوگا۔ اور اگر تیرا جواب ہے کہ نہ تھا۔ تو (پھر اسکو) یقیناً حادثہ و مخلوق ہونا چاہیے اور قدیم کا حادثہ و مخلوق میں حلول کرنا محال ہوگا پس نتیجہ یہہ نکلا کہ مکان کا اثبات محال ہے۔

ہم جواب میں کہتے ہیں۔ حاشا حق جل جلالہ کی ذات و صفات قدیم کیلئے حلول جائز نہیں ہے نہ تو کوئی مخلوق ان کی ذات کے ساتھ شامل ہو سکتی ہے اور

و نہ ذات قدیم اور بیہیج مخلوق و ما کینونت حق دریں مکان نہ بر
 طریق حلول می گوئیم، حاشا و کلا بل کہ بہمان طریق می گوئیم کہ کینونت
 روح با قالب، چہ روح بر ہمہ ذرات قالب محیطست و بیہیج ذرہ از
 قالب از روح خالی نیست و با ہر ذرہ از قالب موجودست بحقیقت
 با آنکہ حلول بر او روانیست زیرا کہ حلول و اتحاد و انتقال از عوارض
 اجسامست و بیہیج چیز از عوارض اجسام بر روح جائز نیست و او موجود
 بی تردد است پس ہچنان کہ روح با ہمہ ذرہ ہائی قالب بحقیقت موجود
 است بی حلول در مکانی لطیف کہ لایق لطافت روحست، ذات مقدس
 رب العالمین با ذرہ ہائی آفرینش بحقیقت موجود است بی حلول و
 اتصال و انفصال و بی تماسہ و محاذات، بلکہ در مکانی کہ لایق قدس
 و نزاہت و رفعت و پاکی او باشد چنان کہ پیش ازین بیان کردیم،
 سؤال : اگر سائلی سؤال کند و گوید کہ بدین دلایل قطعی مبتنی گشت
 کہ در حقیقت آسمان و ہفت زمین بلکہ در کل کائنات بیہیج ذرہ از ذرات
 آفرینش از ذات مقدس او دور و نحالی نیست با آنکہ حلول و اتصال برو
 روانیست ولیکن اندرون ما ازین معنی می رمد و از قبول آل باز می
 جہد بسبب آنکہ ازین لازم می آید کہ حق تعالی بذات در موضع تدرہم باشد،
 چون حسوش و مزابل و غیر آن درین سخن شنع و مستنکرست، جواب این سؤال
 راسہ جواب شافی بگوئیم انشا اللہ۔

نہ ان کی ذات قدیم کسی مخلوق کے ساتھ شامل ہو سکتی ہے، اور نہ ہم اس مکان میں حق تعالیٰ کے وجود کو بطریق حلول کہتے ہیں، حاشا وکلاً بلکہ اسی طریق پر کہتے ہیں جیسے قالب کے ساتھ روح کی موجودگی۔ یقیناً روح تمام ذرات قالب پر محیط ہے اور قالب کا کوئی ذرہ روح سے خالی نہیں ہے اور قالب کے ہر ذرے کے ساتھ بحقیقت موجود ہے لیکن روح کے لئے حلول (کا حکم) جائز نہیں ہے کیونکہ اجسام کے عوارض میں سے کسی عارضے کا روح پر اطلاق نہیں ہوتا، پھر بھی روح بلا شک و شبہ موجود ہے، پس جس طرح کہ تمام ذرات قالب کے ساتھ روح بغیر حلول کے ایسے لطیف مکان میں جو روح کی لطافت کے لائق ہے فی الحقیقت موجود ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس بے حلول و اتصال بے مماس و محاذ ایسے مکان میں جو اس کے قدس متنزیہہ، رفعت اور پاکی کے لائق ہے، آفرینش کے ہر ذرے کے ساتھ حقیقتاً موجود ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

سوال۔ اگر سائل سوال کرے اور کہے کہ ان دلائل سے یہ بات قطعی واضح ہو گئی کہ درحقیقت آسمان و ہفت زمین بلکہ تمام کائنات میں ذرات آفرینش سے کوئی ذرہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس سے دور اور اس کے بغیر نہیں ہے اس کے بارے میں حلول و اتصال (کا حکم) ان کی ذات مقدس پر جائز نہیں ہے لیکن ہمارا دل اس معنی سے اس سبب سے گریز کرتا ہے اور اس بات کو قبول کرنے سے باز رکھتا ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ناپاک جگہوں پر بھی ہوں، جیسے گندگی ڈالنے کی جگہ وغیرہ اور یہ بات سخت بری اور لائق نکیر ہے۔ اس سوال کا جواب ہم تین تشریحی بخشوں سے دیتے ہیں انشاء اللہ۔

اول گوئیم ادب نگاه باید داشت چه در همه کارها ادب نگاه داشتن واجبست و چون سخن در ذات و صفات حق تعالی رود، ادب نگاه داشتن و بجزمت سخن گفتن فرض عین باشد و از بهر این خود نشاید گفت که ای آفریننده خوک و خرس و ای پرورنده گزوم و مار و ای پدید آورنده خار و خاشاک و آنچه بدین ماند اگر چه این چیزها را جز او کسی نتواند آفرید، نه بینی که ابراهیم علیه السلام چه گفت قوله تعالی : **وَإِذْ أَمَرْتُ فَهْرًا لِيُشْفِيَنَّ** ۱ مرض بخورد اضافت کرد و شفا بحق تعالی اگر چه بیماری جز حق تعالی کسی نتواند داد و آنچه حق تعالی می فرماید : **مَا آصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا آصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ** ۲ تعلیم آل ادبیت از بهره تنزیه ساحت صمدیت از غبار صدور بدیها و مکاره، آری همچنین مسیئها باید دانست و نباید گفت و نشاید گفت -

دوم گوئیم که اتفاق همه اهل اسلامست که انواع نجاسات و قاذورات حق تعالی می آفریند و آنچه در دم گزوم و نیش کرم جارلیت او می نهد

۱ - سوره ۲۴ آیه ۸۰ ۲ - سوره ۴ آیه ۷۹

پہلا جواب - ہم کہتے ہیں کہ ادب کو نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ جب تمام امور میں ادب کا لحاظ واجب ہے تو حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں گفتگو کرتے وقت، ادب کو نگاہ میں رکھنا اور احترام کے ساتھ بات کرنا عین فرض ہو جاتا ہے چنانچہ ادب کو مد نظر رکھتے ہوئے خود یوں نہیں کہنا چاہیے، اے خنزیر اور ریچھ کے پیدا کرنے والے، اے سانپ کچھو کے پالنے والے، اے کوڑے کرکٹ اور خار کے ظاہر کرنے والے، اور اسی طرح کی اور ادب سے گری ہوئی باتیں نہ کہنی چاہئیں۔ اگرچہ ان اشیاء کو بھی حق تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا موقف اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اذ امرضت فھو یشفین (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے) (ابراہیم علیہ السلام نے) بیماری کو خود سے اور شفا کو حق تعالیٰ سے نسبت دی، اگرچہ بیماری بھی سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں دے سکتا۔ اور جو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ما اصابک من حسنة فمن اللہ وما اصابک من سيئة فمن نفسك (اے انسان تجھ کو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ کی جانب سے ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آتی ہے وہ تیرے ہی سبب سے ہے) اس ارشاد سے مقصود برائیوں درمردہ باتوں کے غبار سے، ذاتِ صمدیت کی تنزیہ کا ادب سمجھنا ہے۔ بے شک معصیتوں کے باب میں اسی طرح سمجھنا چاہیے (ادب سے گری ہوئی بات) نہ کہنے کی ضرورت ہے اور نہ کہنا چاہیے۔

دوسرا جواب - ہم کہتے ہیں کہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ بخاستوں اور ناپاکیوں کے انواع حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں اور جو کچھ کچھو کی دم اور کیڑے کے زہر میں جاری ساری ہے، اسے بھی حق تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے

و جمله ارواث و قاذورات و آنجاس را اونگاہ می دارد، چه بی حفظ
 او بقای این همه محالست این همه می کند و از آن هیچ نقص و عیب بذات
 و صفات مقدس او تعالی عاید نمی شود پس چرا روا نباشد که با آن همه
 باشد و از آن هیچ عیب نقص بساحت قدس الوهیت او راه نیابد
 بآنکه معلومست که فعل بی فاعل و صفت بی موصوف نباشد و هرگز
 نتواند بود -

جواب سوم و تحقیق اینست که گوئیم ذات حق تعالی و مکان او
 از اجرام پاک همچنان پاک و منزّه است که از اجرام پلید، و بعد معنوی
 که میان مکان حق تعالی و امکانه تمام مخلوقاتست هزار بار چندانست که از
 بالای عرش تا تحت الثری بلکه تقدیرا اگر کسی را هزار هزار سال عمر باشد
 و در هر نفسی هزار هزار گام بردارد و هر گامی از آن هزار هزار بار
 چنداں بود که از عرش تا تحت الثری از مکان جسمانیات بلکه از مکان
 روحانیات، بمکان حق تعالی رسد نتواند بلکه رسیدن بدان مکان
 خود محال است ابدالاباد، چون بعد معنوی بدین صفت باشد قرب
 صورتی چه زیان دارد، و این را دو مثال بگوئیم از بهر تقریب
 با فہام عوام :

مثال اول آن که نور آفتاب که بر پاک و پلیدی تابد یکسان و
 در هر یکی آنچه خاصیت اوست میافزاید و آنرا نہ از بوی خوش
 مشک عنبر

اور تمام گوربنا پاکیوں اور جس چیزوں کی نگہداشت بھی وہی فرماتے ہیں کیونکہ بغیر ان کی حفاظت کے ان کا باقی رہنا محال ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات مقدس پر کوئی نقص اور عیب عائد نہیں ہوتا پس یہ بات کیوں درست نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تمام (اشیاء) کے ساتھ ہیں۔ اس امر کے تسلیم کرنے سے ان کی الوہیت کے پاک صحن میں نقص و عیب کے غبار کو کوئی رسائی نہیں کیونکہ معلوم ہے کہ بغیر فاعل کے فعل اور بغیر موصوف کے صفت نہ تو موجود ہوتی ہے اور نہ ایسا کبھی ہو سکتا ہے تیسرا جواب۔ اور تحقیق یہ ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔ حق تعالیٰ کی ذات اور ان کا مکان پاک اجسام سے بھی اسی طرح پاک اور منزہ ہے جس طرح ناپاک اجسام سے پاک اور منزہ ہے۔ حق تعالیٰ اور تمام مخلوقات کے امکان میں جو معنوی بلند ہے، وہ عرش کی بلندی سے تحت الشریٰ تک فاصلے سے بھی ہزار گنا زیادہ ہے بلکہ تیسرا اگر کسی کی عمر ہزار سال ہو اور وہ ہر نفس میں ہزار قدم اکٹھے اور اس کا ہر قدم عرش سے تحت الشریٰ تک فاصلے سے بھی ہزار گنا زیادہ ہو، اور وہ مکان جسمانیات بلکہ مکان روحانیات سے حق تعالیٰ کے مکان تک پہنچنا چاہے تو نہیں پہنچ سکتا بلکہ ابد الابد تک اس مکان تک پہنچنا محال ہے۔ جب معنوی بعد اس نوعیت کا ہو تو ظاہری قریب سے کونسا نقص لازم آتا ہے۔ ہم اس کو عام آدمی کی سمجھ سے قریب تر کرنے کے لئے دو مثالوں میں بیان کرتے ہیں۔

مثال اول یہ کہ آفتاب کا نور پاک اور پلید دونوں پر یکساں چمکتا ہے اور ہر ایک میں جس طرح کی اس کی خاصیت ہے، اس خاصیت کو ترقی دینا ہے (مگر خود نور آفتاب کے شرف) میں مشک و عنبر کی خوشبو

و پاکی آل ہیچ افزونی بود و نہ از گند مردار و پلیدی آل ہیچ نقصان باشد۔
 دوم آنکہ روح کہ متصرف است در ہمہ اجزای بدن و موجود است
 در ہمہ ذرات وجود انسان و زندگی ہمہ بدوست و ازوست و یا این ہمہ از
 نجاسات قالب از خون و جز آل ہیچ خلل و نقصان بنزاہت و پاکی
 روح راہ نیابد کہ اگر روح ہزاراں سال با قالب پلیدی صحبت دارد
 ہچناں پاک و مطہر باشد کہ پیش از تعلق بقالب بود و ہیچ تفاوت
 نکند۔

ای دوست من می خواہم کہ روح قرب من بمشام روح تو رسد
 و تو ہر ساعت دوری را بہانہ می جوی ، بہانہ جو یاں دوری بسیارند
 و ہر روز از من دور ترند تو نزدیکی مرا بہانہ جوی تا ہر دم بمن نزدیکتر
 نزدیکتر باشی ، پادشاہی و کامرانی و راحت و انس تو بمن است
 خود را بخیاں فاسد و ہم خطا و تسویدی خیراں و دوسوسہ دیو بردگان
 از من دور مینداز تا از دولت قرب من محروم نشوی و از خلعت قبول
 و نواختن من برہنہ نمائی ، قرب من با قرار و انکار تو و دیدن دنا دیدن
 تو بنگر دد من قریم اگر تو خواہی و اگر نہ ، و با توام اگر تو بینی و اگر نہ ،
 از اقرار و انکار تو مرا چہ زیادت و نقصان بود مقصود فتوح تست
 و غرض راحت و روح تو۔

اور پاک سے کچھ اضافہ ہوتا ہے اور نہ گند و مردار اور ناپاک سے کوئی کمی آتی ہے۔ مثال ددم یہ کہ روح تمام اجزائے بدن میں منصرف ہے اور انسان کے وجود کے تمام ذرات میں موجود ہے اور زندگی کا تمام تردد اور مدار اسی روح پر ہے، باایں ہمہ قالب کی نجاستوں، خون اور اس کے علاوہ رغلاظتوں سے روح کی پاک اور نزاہت میں کوئی خلل اور نقصان نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر روح ہزار ہا سال بھی ناپاک قالب کے ساتھ رہے تب بھی اسی طرح پاک اور مسطہ رہے گی جس طرح قالب کے تعلق سے قبل تھی اور اس میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔

اے درست میں تو یہہ چاہتا ہوں کہ میرے قرب کا روح کی خوشبو تمہاری روح کے مشام تک پہنچے اور (افسوس کہ) تم ہر ساعت ددری کا بہانہ کرتے ہو۔ ددری کا بہانہ کرنے والے بہت ہیں اور ہر روز کچھ سے ددرتہ ہوتے جاتے ہیں، تم میرے نزدیک آنے کا کوئی بہانہ اختیار کر دتا کہ ہر دم کچھ سے قریب تر ہوتے رہو تمہاری پادشاہی، کامرانی، راحت اور انس کچھ سے وابستہ ہے۔ اپنے فاسد خیال، پڑگناہ رہم غافلوں کے دل کی سیاہی اور گرفتار شیطان (لوگوں) کے دساد میں مبتلا ہو کر خود کو کچھ سے دور نہ کر دتا کہ تم میری دولت قرب سے محروم نہ ہو جاؤ اور میری پسندیدگی اور نوازش کی خلعت سے برہنہ نہ رہ جاؤ۔ میرا (ایقان) قرب تمہارے اقرار اور انکار یا تمہاری دیدنا دید سے بدل نہیں جائے گا۔ تم چاہو نہ چاہو، میں تمہارے قریب ہوں۔ تم دیکھو یا نہ دیکھو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارے اقرار و انکار سے میرا کیا فائدہ اور کیا نقصان ہوتا ہے۔ مقصود تو تمہیں فتح و رحمانی مشاہدہ، عطا کرنا اور تمہاری روح کو راحت و خوشی سے ہمکنار کرنا ہے۔

سؤال : اگر سایلی سؤال کند که چوں مکان اینست که تو بیان کردی :

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى اِچیت ؟

جواب : گوئیم پادشاهی پادشاهان صورت نمودار پادشاهی پادشاه پادشاهان است جل جلاله ، و پادشاهان صورت را دو جای باشد یکی سرای حرم خاص و وطن پادشاه بدان مخصوص باشد و محرمان پادشاه و خاصگیان او بدان مقرون و دیگر بارگاه عام که رعیت را آنجا بار دهند و منظورمان آنجا وارد خواهند و حاجتمندان آنجا حاجت عرض کنند و خدمت گاران و وظیفه خدمت آنجا گزارند و مشتاقان دیدار پادشاه آنجا بمقصود رسند و نواحنگان را آنجا خلعت دهند و محرمان را آنجا سیاست فرمایند و علی الجمله مصالح مملکت و ترتیب مناظم دولت درین سرای بار باشند نه در سرای خاص ، و چوں این معلوم کردی بدان که همه ذره های آفرینش سرای خاص مالک الملوکست جل جلاله ، و جز محرمان را و خاصگیان حضرت عزت را درین مقامها راه نبود و جز خواص انبیاء و اولیاء او را در ذات آفرینش نتوانند دیدن

سوال۔ اگر کوئی سائل سوال کرے کہ جب مکان یہی ہے جو تو نے بیان کیا ہے تو الرحمن علی العرش استوی (وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے) کا مفہوم کیا ہے؟

جواب۔ ہم کہتے ہیں کہ ظاہری بادشاہوں کی بادشاہت میں اس بادشاہوں کے بادشاہ جل جلالہ کی بادشاہت کی ایک صورت ہے۔ ظاہری بادشاہوں کے درمقام ہیں، ایک بارگاہِ خاص (حرم سرا) جو بادشاہ کے قیام کے ساتھ مخصوص ہے اور بادشاہ کے محرم اور خاص ملازم وہاں باریا ہوتے ہیں اور دوسرا بارگاہِ عام، جہاں رعیت کو حاضر ہونے کی اجازت ہے۔ وہاں مظلوم و ادخواء ہوتے ہیں، اہل حاجت اپنی حاجت پیش کرتے ہیں خدمت گار وظیفہ خدمت پیش کرتے ہیں، بادشاہ کے دیدار کے مشاق اپنا مقصود پاتے ہیں۔ جن کو نوازا گیا ہے ان کو خلعت عطا کرتے ہیں اور محرموں کو سزا دیتے ہیں۔ اور فی الجملہ مملکت کی پالیسیاں اور حکومت کا نظم و نسق اسی جگہ طے ہوتا ہے۔ بادشاہ کی سرائے خاص میں یہہ معاملات نہیں ہوتے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ آفرینش کے تمام ذرّے مالک الملوک جل جلالہ کی سرائے خاص ہے۔ جہاں سوائے محرموں اور حضرت عزت کے خاص بندوں کے کسی اور کائز نہیں اور سوائے اس کے خواہی انبیا اور اولیاء کے کوئی ہستی آفرینش میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں کر سکتی

۱۔ شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "ہماری شیخ المعونی کہا کرتے تھے کہ کل ماسوولنا حق تعالیٰ کا عرش ہے بکل شیء محیط کا مطلب یہی ہے، ہر شے پر وہ مستوی ہے

اور شان احاطت و علو حقیقی اسی کی ذات غنی و حمید کو ثابت کرتا ہے۔

(فتوحات مکیہ جلد ۳ ص ۲۱۲)

باز عرش مجید بارگاہ عامست محتاجان را بجای عرض حاجت آنجا است
 و ملائک در وقایع بد آنجا رجوع کنند و اعمال بندگان آنجا عرض کنند
 و مشتاقان آنجا دیدار یابند و خلعت مقبولان از آنجا فرستند و شقاوت
 مردودان آنجا رستم زنند و علی الجمله ہرچہ در کل مملکت رود از
 خیر و شر و نفع و ضرر حوالت گاہ آل بارگاہ عرشست و عرش را حوالت
 گاہ این ہمہ وقایع ساختن محض رافت و عین رحمت بود تا سرگشتگان
 از تیرہ حیرت برہند و در سوانح و وقایع و حاجات قصد آل بارگاہ کنند
 و ازین سبب گفت کہ : الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی - ۱
 و لفظ استوی اشارت بدوام ظہورست بی احتجاب و مثال استوی
 حق تعالی بر عرش از راه تقریب است بانہام وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ۲
 چنان دال کہ استوار آفتاب در نیم روز است و جرم آفتاب و نور
 او در نیم روز و غیر نیم روز یکساں باشد ولیکن محتاجان نور بہرہ
 تمام تر از نور او در وقت استوا یابند ہم چنین ذات حق تعالی
 و صفات او پیش از استوی بر عرش و پس از استوی در قدس و
 نزاہت و جلال و کمال یکساں بود و با استوی ہیچ تغیر و تبدیل بدو
 راہ نیافت الا آنکہ نصیب محتاجان از وجود او بعد از استوی
 تمام شد

اور عرشِ مجیدِ حق تعالیٰ کی، عام بارگاہ ہے جہاں محتاج اپنی حاجت پیش کرتے ہیں اور ملائکہ وقوعات کے سلسلے میں اسی جگہ رجوع کرتے ہیں اور بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں (اور یہیں) مشتاق دیدار و دیدار الہی سے مشرف ہوتے ہیں، یہیں سے مقبولوں کے لئے خلعت کبھی جاتی ہیں اور مردودوں کی بدبختی یہیں رقم کرتے ہیں الٰہی اصل جو کچھ کل کائنات میں خیر و شر اور نفع و ضرر ہوتا رہتا ہے، ان کے تحویل کی جگہ یہی بارگاہِ عرش ہے اور عرش کو ان تمام وقوعات کی تحویل گاہ بنانا عین مہربانی اور رحمت کی بنا پر کھٹا تاکہ بیابان حیرت کے سرگشتہ خلاصی پا کر اپنے اچھے برے احوال واقعات اور حاجات پیش کرنے کے لئے اس بارگاہ کا قصد کریں اور اسی سبب سے فرمایا الرحمن علی العرش استوی (وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے) اور استوی کا لفظ بے پردہ دوامِ ظہور کی جانب اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ کے عرش پر استوی کی مثال (اس کی حقیقت کو) قریب الفہم بنانے کے لئے بے دلہ مثل الاعلیٰ (اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجے کی صفات ثابت ہیں) یوں سمجھو کہ آفتاب کا استوی نصف دن ہے حالانکہ آفتاب کا جسم اور اس کا نور نصف دن اور اس کے علاوہ دن کے کسی حصے میں بھی یکساں ہوتا ہے لیکن روشنی کے حاجت مند آفتاب کے نور سے تمام تر حصہ اس کے استوی کے وقت پاتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ کی ذات اور ان کی صفات عرش پر مستوی ہونے سے قبل یا مستوی ہونے کے بعد۔ نزاہت پاکی اور جلال و کمال میں یکساں تھیں اور مستوی ہو کر کسی تبدیلی اور تغیر نے ان میں راہ نہیں پائی، البتہ استوی کے بعد سے فنا جوں کے نصیب اس کے وجود سے (استوی کے وجود سے) بہرہ مند ہو گئے۔ استوی کی اس

و استوی را مثالی روشن تر از این نتوان بود و رای این جز ذوق
و مشاهده نیست ، بیت :

لقد سمعت لونا دیت حیاً
ولکن للاحیات لمن ینادی

سے زیادہ واضح اور روشن مثال نہیں بیان کی جا سکتی اور اس سے آگے
 سوائے ذوق و مشاہدہ کے کچھ نہیں ہے۔ بیت
 اگر کوئی زندہ ہوتا اور میں اس کو آواز دیتا تو وہ سن لیتا مگر جب
 حیات ہی نہیں تو کس کو پکارا جائے۔

فصل در بیان زمان

و معرفت کن فیکون، قوله عز وجل : **وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلِمَةٍ بِلَا بَصَرٍ** ۱ و قوله تعالى : **إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ** ۲

سؤال : اعتقاد اهل سنت و جماعت آنست که اللہ مریدست با ارادتی قدیم ازلی متعلق با ارادت نامتناهی، و ارادت قدیم جز موجبہ نتواند بود و موجبہ آل باشد کہ حصول ہمہ مرادات بدو مقرون بود بی درنگ، و معلومست کہ هیچ چیز از مرادات ازلی نیست ارادت نیز باید کہ ازلی نبود چه تعلق ارادت بچیزی حدوث آل اقتضا کند زیرا کہ تعلق مرادات حادث با ارادت قدیم محال باشد، پس مرادانی کہ تا ابدالاباد در وجود خواهد آمد متعلق ارادت موجبہ کہ در ازال ازال بود چوں تواند بود ؟ و نیز از موجودات چیزی هست کہ بشش ہزار سال موجود گشت و آل آسمان و زمین است کہ : **فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۳ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۴**

۲ - سورہ ۱۶ آیت ۴۰

۱ - سورہ ۵۴ آیت ۵۰

۴ - سورہ ۲۲ آیت ۴۷

۳ - سورہ ۱ آیت ۵۴

فصل زمان کے بیان میں اور معرفت کن فیکون

اللہ عزوجل فرماتے ہیں "وما امرنا الا واحدة" کلمح البصر اور ہمارا حکم کی بارگی ایسا ہو جائے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا) اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "انما قولنا لشيء اذا اردناه نقول لاكن فیکون" (ہم جس چیز کو پیدا کرنا) چاہتے ہیں پس اس سے ہمارا آنا ہی کہنا (کافی) ہوتا ہے کہ تو (پیدا) ہو جا پس وہ (موجود) ہو جاتی ہے)

سوال۔ اہل سنت و جماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادۂ قدیم ازلی کے ساتھ جو متناہی ارادت سے متعلق ہے ارادہ فرماتے ہیں اور ارادۂ قدیم بغیر وجہ کے نہیں ہو سکتا اور وجہ وہ ہوتا ہے کہ بے تاثر تمام مرادات کا حصول اس سے قریب ہو۔ اور معلوم ہے کہ مرادات میں کوئی شے ازلی نہیں ہے تو پھر ارادت کو بھی ازلی نہ ہونا چاہئے، کیونکہ ارادت کا کسی شے سے تعلق اس کے حادث ہونے کا مستقنی ہے، اس لئے مرادات حادث کا ارادۂ قدیم سے تعلق محال ہے۔ پس وہ مرادات جو ابداً با د تک وجود میں آئیں گی ان کا تعلق ارادت موجبہ سے جو ازل الازل میں تھی کس طرح ہو سکتا ہے؟ نیز موجودات میں سے کوئی شے ہے جو چھ ہزار سال میں پیدا ہوئی جیسے آسمان زمین کہ فی ستہ ایام (چھ روز میں پیدا کیا) وان یوما عند ربک کالف سنۃ ما تعدون (اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن یعنی

و چیزی هست که او بچهل هزار سال موجود گشت و آن آدم بود علیه السلام که : خمرت طینة آدم بیدی اربعین صباحاً ، پس کن فیکون که بچهل هزار سال پدید آید چگونه دانیم ؟

جواب : وباللذ التوفیق والعصمة ، گوئیم ارادت موجب حصول مرادات را اقتضا کند چنان که گفتیم الا آنکه چهار چیز دیگر بیاید تا حصول مرادات با نفاذ ارادت کامل باشد و اگر یکی از این چهار یافته نشود نفاذ ارادت ناقص بود و نقصان نفاذ ارادت از نقصان ارادت بود و تقدست صفة الادلیه عن وصمة النقصان وصمة الحدیثان :

اول آنکه مراد بر وفق مرید باشد بدین وقت که او خواهد نه پس و

نه پیش -

دوم آنکه آنجا پدید آید که مرید خواهد نه جای دیگر -

سوم آنکه بآن مدت پدید آید که مرید خواهد نه کم و نه بیش -

چهارم آنکه بدان صفت پدید آید که مرید خواهد نه بصفتی دیگر -

تقدیر آدم را علیه السلام گفت : بباش بفلان صفت بفلان وقت

در میان مک و طایف بچهل هزار سال ، لاجرم بود چنانکه خواست بچندان

مدت که خواست ، در آن وقت که خواست ، آنجا که خواست ، بدان

صفت که خواست ، و اگر تقدیر در یک طرفه العین پدید آید بر

خلاف امر کن فیکون بودی زیرا که اقتضای کن در حق او آن بود که

بچهل هزار سال موجود شود ، نه کم و نه بیش ، پس معلوم شد که حق

تعالی هر چه می آفریند -

قیامت کا دن امتداد میں) برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق) اور کوئی شے جو چالیس ہزار سال میں وجود میں آئی اور وہ آدم علیہ السلام تھے کہ جن کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے پچاس دن میں آدم کی مٹی کا تھپا لیا پس کن فیکون کو چالیس ہزار سال میں ظاہر ہوا کس طرح سمجھیں۔

جواب: توفیق اور حفاظت اللہ کے ہاتھ ہے۔ ہم کہتے ہیں بیساکہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے ارادتِ زہرہ ارادت کے حصول کو مقتضی ہوتی ہے میں اس کے باوجود چار دوسری چیزیں بھی درکار ہوتی ہیں، تاکہ مرادات کا حصول ارادے کے نفاذ کے ساتھ مکمل ہو سکے، اگر ان میں ایک کی کمی ہو تو ارادے کا نفاذ ناقص ہوگا اور ارادے کے نفاذ کا نقص خود ارادے ہی کا نقص ہے دراصل حالیکہ صفتِ ازلیہ نقص کے عیب سے پاک ہے۔ پہلی بات یہ کہ ارادہ کرنے والا جب ارادہ کرے تو مراد میں اس کے موافق ہو اور اسی وقت حاصل ہو جاتے نہ جلد ہونے دیر سے۔ دوسرے یہ کہ ارادہ کرنے والا جہاں چاہے وہیں ظاہر ہونے کی دوسری جگہ تیسرے یہ کہ ارادہ کرنے والا جتنی مدت میں چاہے ٹھیک اتنی ہی مدت میں ظاہر ہونے کی کم اور زیادہ مدت میں۔ چوتھے یہ کہ ارادہ کرنے والا جس صفت پر پیدا کرنا چاہے اسی صفت پر ظاہر ہونے کی کسی دوسری صفت پر۔ بالفرض آدم علیہ السلام کو کہا: فلاں صفت کے ساتھ فلاں وقت مگر اور طائف کے درمیان چالیس ہزار سال تک منتظر رہ چنانچہ قطعی طور پر ایسا ہی ہوا جیسا کہ (حق تعالیٰ نے) چاہا، جتنی مدت کے لئے چاہا جس وقت چاہا اور جس جگہ پر چاہا اور جس صفت کے ساتھ چاہا۔ بالفرض (آدم) چشم زدن میں پیدا ہو جاتے تو کن فیکون کے افکے خلاف ہوتا، کیونکہ آدم علیہ السلام کے حق میں امر کن فیکون وہی تھا کہ چالیس ہزار سال میں پیدا ہوں نہ کم نہ زیادہ پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ جو کچھ پیدا فرماتے ہیں ارادتِ موجبہ اور

با ارادت موجب و امر کن فیکون می آفریند و اختلاف از منتهی مرادات
هم از مقتضای ارادت و امر کن فیکون است نه مناقص قدم و ایجاد ارادت
و نه منافی کن فیکونست.

اکنون بدان ای طالب حقایق اشیا و دای مرید معرفت غوامض اسرار
که این جواب اگر چه شافی و کافی و مبرهن و روشنیست اما در قعر این دریا
بس درهای معرفتست بلکه خس و مهره هالی ساحل این دریا بحر بی منتهاست
و شناختن حقیقت کن فیکون و رای اینست و صحت این دعوی آنست
که حق تعالی می فرماید که : **وَ مَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلِمَةٍ بِلُغْتِهَا**
کار من یکیست و آل چند چشم زدنی است نه پیش و نه کم ، و جای دیگر می
فرماید : **وَ مَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلِمَةٍ بِلُغْتِهَا وَ هُوَ أَقْرَبُ ۲** ای
بل هو اقرب ، یعنی کار روز قیامت کم از یک چشم زدنیست و معلوم است
که درازی روز قیامت پنجاه هزار سال خواهد بود : **فِي يَوْمٍ كَانَ مَقْدَارُهُ**
خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۳ پس بدانستیم که این پنجاه هزار سال بنزدیک
حق تعالی کم از یک چشم زدنی است و شناختن و دانستن این سر شگرف
جز بمعرفت تفصیل از منتهی نتواند بود و شناختن آل سخت غامض و
باریکست و اثبات آل بطریق اقامت حج و برابری متعذرست زیرا که
چیزی چندست در شناختن آل که جز بمشاهده بصایر نتوان دانست
اما اگر بایمان و تسلیم قبول کنی با خر روشن گرد و چنان که طریقت بیان کرد
اکنون آیدیم به بیان زماں -

۲ - سورة ۱۶ آیه ۷۷

۱ - سورة ۵۴ آیه ۵۰

۳ - سورة ۷۰ آیه ۴

امرِ کن فیکون کے مطابق ہی پیدا فرماتے ہیں نیز (ظہور) مرادات کے زمانوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ ارادت اور امرِ کن فیکون ہی کا مقتضا ہوتا ہے۔ اس لئے نہ یہ قدم اور ایجاد ارادت کے منافی ہے، نہ ہی کن فیکون کے منافی۔

اے حقائقِ اشیاء کے طالب اور اسرار کی باریکیوں کی معرفت کا ارادہ کرنے والے، جان لے کہ اگرچہ یہ جواب شافی و کافی، اور مدلل و روشن ہے تاہم اس اس دریا کی تہ میں معرفت کے موتی بہت زیادہ ہیں، بلکہ اس دریا کے ساحل کا کوڑا اور مہرہ خود ایک بحرِ بے کنار ہے اور کن فیکون کی حقیقت کی معرفت اس سے دری ہے اور اس دعویٰ کی صداقت (کی دلیل) یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "وما امرنا الا واحداً کلمح بالبصر" اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا، اور دوسری جگہ فرماتے ہیں "وما امر الساعۃ الا کلمح البصر او صوا قرب" (اور قیامت کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہو گا جیسے آنکھ جھپکانا بلکہ اس سے بھی جلدی) یعنی قیامت کا وقوع آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ جلد ہو گا حالانکہ معلوم ہے کہ قیامت کے دن کی درازی پچاس ہزار سال ہوگی فی یوم کان مقدارہ ثمانین الف سنۃ اس دن میں جس کی طوالت پچاس ہزار برس ہے، پس ہمیں معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک یہ پچاس ہزار سال ایک چشم زدن سے بھی کم ہے۔ اس ستر عجیبہ علمِ زمانوں کی تفصیل کی معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی معرفت بہت دقیق اور باریک ہے اور اس کا اثبات حجت اور دلیل کے ملنے کو اختیار کرنے کے باوجود تشذہب ہوتا ہے کیونکہ اس مسئلے میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کی معرفت بغیر مشاہدہ کے حاصل نہیں ہوتی، لیکن اگر تم (ابتداءً) ایمان اور عاجزیِ فہم کے ساتھ اس بات کو قبول کر لو تو بالآخر زمان کی حقیقت واضح ہو جائے گی، جیسا کہ اہل حقیقت نے بیان کیا ہے۔ اب ہم زمان کے مسئلہ پر آتے ہیں۔

بداں بارک اللہ علیک کہ زمانہ سے نوعست : زمانہ جسمانیات و
زمانہ روحانیات و زمانہ حق تعالیٰ -

امانوع اول دو مرتبہ است : مرتبہ اول زمانہ جسمانیات کثیف؛
 و آن زمانہ از حرکات افلاک خیز و چنان کہ پار و امسال و دی و امروز
 و فردا و درازی و کوتاہی این زمانہ روشنست ، و معلومست کہ سال
 دراز ترست از ماہ ، و ماہ کوتاہ ترست نسبت با سال و دراز ترست
 نسبت با روز ، و درین زمانہ ہم ماضی و ہم مستقبل و ہم حال بود ، دی ماضی
 است و فردا مستقبل ، و آنکہ در آئی حال ، و درین زمانہ مضالقت ہم
 ہست تا دی نرفت امروز نتوانست آمد و تا امروز نرود فردا نتواند
 آمد و اجتماع ایشان در یک زمان محالست ، مرتبہ دوم زمانہ جسمانیات
لطیف است و آن زمانہ پریانست و ہرچہ در زمانہ جسمانیات کثیف
 درازست درین زمانہ کوتاہست و ہرکہ درین زمانہ کاری کنند
 بروزی چنداں کار کنند کہ بماہی بل کہ بسالی در زمانہ جسمانیات کثیف
 نتواند کرد ، چنانکہ شنیدہ باشی از سرعت کارجن و شیاطین و نیز فرزندان
 جنیان بروزی چنداں بیالند کہ فرزندان آدمیان بدہ سال بسبب
 آن پالیدن ایشان در زمانہ نیست کہ اندک آن بسیارست و کوتاہ آن
 دراز ، و این زمانہ را نیز ماضی و مستقبل و حال ہست و لیکن رایتق آن
 زمانہ دی و فردا کہ مستقبل و ماضی آدمیان است جنیان را حالست و
 ایشان در آن تصرف توانند کرد و ماضی و مستقبل کہ حال ایشانست

اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل فرماتے جان لو کہ زمان کی تین قسمیں ہیں۔
 زمانِ جسمانیات، زمانِ روحانیات اور زمانِ حق تعالیٰ
 نوعِ اول کے دو مرتبے ہیں۔ مرتبہ اول جسمانیات کثیف کا زمان۔ یہ وہ
 زمان ہے جو افلاک کی گردش و حرکت سے پیدا ہوتا ہے جیسے پچھلا اور موجود سال
 پچھلا اور آج کا دن اور کل کا دن۔ یہاں زمانے کی درازی اور کوتاہی قطعی واضح
 ہے، سب کو علم ہے کہ سال ہینے سے بڑا ہوتا ہے اور ہینہ سال کی نسبت سے چھوٹا
 ہوتا ہے لیکن دن کی نسبت سے بڑا ہوتا ہے۔ اس زمان میں ماضی بھی ہوتا ہے،
 مستقبل بھی اور حال بھی۔ گزرا ہوا کل ماضی ہے، آنے والا کل مستقبل ہے اور
 جو موجودہ آن ہے وہ حال ہے۔ اس زمانے میں تنگی اور تضاد بھی ہے۔ جب تک
 گزشتہ کل رخصت نہیں ہوتا آج کا دن نہیں آسکتا اور جب تک آج کا دن باقی
 ہے آنے والا کل نہیں آسکتا اور ان کا ایک زمان میں جمع ہونا بھی محال ہے۔
 مرتبہ دوم جسمانیات لطیف کا زمان ہے۔ یہ اڑنے والی مخلوق کا زمان ہے۔
 جو کچھ جسمانیات کثیف کے زمان میں دراز ہے اس زمان میں وہ کوتاہ ہے اور جو کوئی
 اس زمان میں کوئی کام کرے وہ ایک دن میں اس قدر کام کر سکتا ہے کہ جسمانیات
 کثیف کے زمان میں ایک ماہ بلکہ ایک سال میں پورا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جو تم نے سنا
 ہے کہ سرعتِ کار کے سبب سے جن اور شیامین نیز جنیوں کے فرزند ایک دن میں
 اس قدر بالیدگی حاصل کرتے ہیں کہ آدمیوں کے فرزند دس سال میں ان کی اس قدر
 بالیدگی ایسے زمان میں ہے جہاں کا تھوڑا بھی بہت ہوتا ہے اور چھوٹا بھی بڑا ہوتا ہے۔
 اس زمانے میں بھی ماضی، مستقبل اور حال ہے لیکن اس زمان کے متناسب درجہ میں
 اور آنے والا کل جو انسانوں کا ماضی اور مستقبل سے جنیوں کا حال ہے اور وہ
 اس میں کوئی تعریف نہیں کر سکتے اور ماضی و مستقبل جو ان کا حال ہے وہ

پارو امسال آدمیانست و این معنی تقریبست نه تحدید و بر این
حجتی اقامت نتوان کرد اما بصائر را درین شکی نیست و نباشد۔
اما نوع دوم زمان ارواحست : در روحانیات و این زمان را
اقسام بسیار است و غرض ما از یک قسم حاصل می آید بر آل اختصار
کردیم و آل زمان ملائکہ است ، علیہم السلام : بدان کہ ہرچہ در زمان
جنیاب درازست و بسیار ، در زمان ملائکہ کوتاہست و اندک ، ہزار
سال درین زمان یک نفس باشد و ہر کہ درین زمان کاری کند کار
ہزار سال بیک نفس تواند کرد و درین زمان مزاحمت و مضایقت
نیست ہزار سال گذشتہ با ہزار سال نا آمدہ درین زمان جمع تواند
آمد و ماضی این زمان بازل و ابد محیط نیست و نتواند بود زیرا کہ این
متناہی است و متناہی بنا متناہی محیط نشود و رای این ہمہ زمان
حق تعالی فہم کن ، حالتی است کہ آنرا نہ ماضی است و نہ مستقبل ،
محیط بازل و ابد ، بل کہ ازل و ابد در آل یک نقطہ است ، و ازل
آل ابد و ابد آل ازل ، بل کہ آنرا نہ ازل بود و نہ ابد ، اگر بدرازی
آل زمان نگریم ازل و ابد کمتر از طرفتہ العینی نماید و اگر از کوتاہی
آل اندیشہ کنی ازل و ابد را در آل یک لمحہ یابی و این زمان را گذشتن
و آمدن نیست و تعدد و تجدد و تبعیض را بدان راہ نیست و ہچنان کہ
مکان حق تعالی یکبست نامتعدد و با آنکہ یکبست

کاگزشتہ سال اور موجودہ سال ہے۔ یہ بات ایک درجہ میں سمجھنے کے لئے ہے
 نہ کہ حد بندی کے لئے اور (گو) اس پر حجت بھی قائم نہیں کی جاسکتی، لیکن بصیرت
 کو اس حقیقت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئے۔

البتہ نوع دوم ارواح اور روحانیات کا زمان ہے۔ اس زمان کی بہت
 سی قسمیں ہیں اور ہماری عرض ایک کے ذکر سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی پر ہم
 اختصار کرتے ہیں، اور وہ ملائکہ علیہم السلام کا زمان ہے۔ تم جان لو کہ جو کچھ جنیوں
 کے زمان میں بڑا اور بہت ہے وہ ملائکہ کے زمان میں چھوٹا اور کم ہے۔ اس زمان
 میں ہزار سال ایک نفس ہوتا ہے اور جو کوئی اس زمان میں کام کرے تو ہزار
 سال میں ختم ہونے والا کام ایک نفس میں انجام دے سکتا ہے اور اس زمان میں
 مزاحمت اور تنگی بھی نہیں ہے۔ گزرے ہوئے ہزار سال آنے والے ہزار سال
 اس زمان میں جمع ہو سکتے ہیں۔ اس زمان کا ماضی بجز ازل نہیں ہے اور اس کا مستقبل
 بجز ابد نہیں ہے۔ اور یہ زمان ازل اور ابد پر محیط نہیں ہے اور نہ ایسا ہونا ممکن
 ہے۔ کیونکہ یہ زمان (ملائکہ) متناہی ہے، اس لئے متناہی نامتناہی پر محیط نہیں
 ہو سکتا۔ اس زمان سے وری حق تعالیٰ کے زمان کو تصور کرو۔ وہ ایک حالت ہے
 کہ اس کا نہ ماضی ہے نہ مستقبل ہے۔ ازل و ابد پر محیط ہے۔ بلکہ ازل اور ابد اس کا
 ایک ہی نقطہ ہے اور ابد اس کا ازل ہے اور ازل اس کا ابد بلکہ اس کا حقیقت
 اس زمان کا، ازل ہے اور نہ ابد۔ اگر تم اس کی درازی پر نگاہ ڈالو تو ازل اور
 ابد پلک کی ایک جھپک سے بھی کم تر نظر آئے اور اگر اختصار کا تصور کرو تو ازل
 اور ابد کو اس میں ایک لمحہ کے بقدر پاؤ گے اور اس زمان میں گزرتا اور آتا
 نہیں ہے، تعدد، تجدد، اور شمار کو اس میں راہ نہیں ہے اور جس طرح حق تعالیٰ کا
 مکان ایک نامتعدد ہے اور اس سبب سے کہ وہ ایک ایسا ہے کہ تعدد

کہ تعدد نپذیرد هیچ ذره از ذره های آفرینش از دور نیست بلکه با هر
 ذره چنانست که گوی در همه مملکت جز آن یک ذره نیست و این زمان
 مانیز یکیت که تعدد نپذیرد و با آنکه یکیت هیچ لحظه از ازل بی اول
 و ابد بی آخر تقدیر نتوان کرد که نه این زمان را با آن لحظه چنان یا بی که نه
 قبل آن توان گفت و نه بعد آن، و گوی که زمان خود جز آن یک لحظه
 نیست و حق تعالی درین یک زمان که تعدی و تجزی نپذیرد و نه هیچ تعدد
 و تجزی درو گنج قادرست بیک قدرت نامتعدد بر همه مقدرات
 نامتناهی و مریدست بیک ادارت نامتعدد بر همه مرادات نامتناهی
 عالمست بیک علم نامتعدد بر همه معلومات نامتناهی و بیناست
 بیک بینائی نامتعدد بر همه مرئیات نامتناهی و شنواست بیک
 شنوایی نامتعدد بر همه مسموعات نامتناهی و متکلم است بیک کلام
 نامتعدد بر همه سخنهای نامتناهی، و اهل بدعت چون از نور ظهور
 این ستر محبوب گشتند منکر قدم قرآن شدند و گفتند که آنکه که موسی نبود
 و کوه طور نبود حق تعالی با او چون گفت : فَأَخْلَعُ نَعْلَيْكَ إِذْ نَسَّكَ
 بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى - ۱. آنکه با معدوم سخن گفتن سفاک باشد بجا برگان
 چون جز زبان گاو و خر شاخند و باز منزه روحانیات هرگز سفر نکرند
 شبهتی بدین ریکی

قبول نہیں کرتا، آفرینش کے ذروں میں سے کوئی ذرہ اس سے دور نہیں ہے بلکہ وہ ہر ذرے کے ساتھ ایسا ہے کہ گویا تمام ملکیت میں کوئی ذرہ اس کے بغیر موجود نہیں، اسی طرح ہمارا یہ زمان بھی ایک ہے جو تعدد کو قبول نہیں کرتا اور اس سبب سے کہ یہ ایک ہے اس کو ازل بے اول اور ابد بے آخر سے کسی لحظہ بھی جدا نہیں پایا جاسکتا حتیٰ کہ تم اس زمان کو پل بھر کے لئے بھی ایسا پاؤ گے کہ یہ کہہ سکو یہ اس سے قبل تھا یا بعد اور کہو گے اپنا زمان اس (زمان الہی) کے بغیر ایک لحظہ بھی متصور نہیں ہو سکتا حتیٰ تعان اس ایک زمان میں جو نہ تو تعدد اور تجزیہ کو قبول کرتا ہے اور نہ تعدد اور تجزیہ کی وہاں گنجائش ہے، تمام نامتناہی مقدرات پر ایک نامتعدد قدرت کے ساتھ قادر ہے (اور وہی) تمام نامتناہی مرادات پر بلا تعدد ارادات ایک (ہی) ارادہ کرنے والا ہے (وہ) تمام نامتناہی معلومات پر ایک ایسے علم کے ساتھ عالم ہے جس میں کوئی تعدد نہیں (وہ) تمام نامتناہی مرتبات کو ایسی نظر سے دیکھ رہا ہے جس میں کوئی تعدد نہیں (وہ) تمام نامتناہی مسموعات کو اس طرح شن رہا ہے کہ اس کی سماعت میں کوئی تعدد نہیں اور (وہ) تمام نامتناہی کلمات کا ایسا متکلم ہے کہ خود اس کے کلام میں کوئی تعدد نہیں۔ اہل بدعت چونکہ اس راز سے محروم رہے اس لئے قدم قرآن کے منکر ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ اس وقت جبکہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی طور کا وجود تھا حق تعالیٰ نے ان سے یہ کیسے خطاب کیا "فاخلق علیک انک بالواد المقدس طوی" (پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو، کیونکہ تم ایک پاک زمین یعنی طوی میں ہو) اس لئے کہ معدوم سے کلام کرنا تو دیوانہ پن ہے۔ ان بے چاروں نے چونکہ گاتے اور گدھے کے زمان کے سوا کچھ نہیں پہچانا اور انہوں نے روحانیات کے زمانوں کا سفر قطعاً نہیں کیا اسی باعث اس نوعیت کے ریکٹ شبر اور باہل

و خیالی بدیں باطلی راہ برایشان برد و اگر ایچ گونه از مضیق اجسام
 و زمان او و تنگنای عالم صورت بمقدار یک نفس باز رستہ بودندی
 و از میان جان مطالعہ از منہ روحانیات کردہ بودندی بدانتندی
 کہ زمانی کہ آنرا ماضی و مستقبل نباشد و تعدد و تجدد و تجزی پذیر
 وازل و ابد یک نقطہ آل بود موسی معدوم در و چگونه موجود باشد و
 با او چگونه سخن گوید۔

سؤال : این سخن بسخن تذکیر ماند و طالبان حقایق را از چنین سخن
 شفا ر دل حاصل نباید لا بد صحبتی بیاید کہ دست آویز دل گردد ،
 جواب : گوئیم کہ ہر حیحہ از راہ مکاشفات قلبی و مشاہدات سری
 و معانیات روحی معلوم گورد و اقامت حجت بر آل جز اہل ذوق را
 متعذر باشد و لیکن حالتی از احوال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حکایت
 کہتمہ تا طالب منصف را تمسکی باشد و آل اینست کہ در قصہ معراج
 فرمودہ است : رایت یونس فی بطن الحوت ، یعنی یونس را در شکم
 ماہی دیدم و در صحاح آمدہ است ہم در قصہ معراج کہ فرمود : رایت
 عبدالرحمن بن عوف یدخل الجنة جبوا ، یعنی عبدالرحمن عوف را دیدم
 کہ خزائن خزان در بہشت می شد پس او را گفتم چرا دیر آمدی ؟
 گفت یا رسول اللہ^ص

خیال میں مبتلا ہو گئے، اگر (انہوں نے) ذرا بھی اجسام کی تنگی اور اس کے زمان کی مزاحمت اور عالم اشکال کی تنگنائے سے دم بھر کے لئے رہائی پائی ہوتی اور اپنی روح میں روحانیات کے زمانوں کا مشاہدہ کیا ہوتا تو جان لیتے کہ وہ زمان جس میں ماضی و مستقبل نہیں ہوتا اور جو تعدد، تجدد اور تجزیہ کو قبول نہیں کرتا اور ازل و ابد جس کا محض ایک نقطہ ہوتا ہے اس میں معدوم موسیٰ (علیہ السلام) کس طرح موجود ہو سکتے ہیں اور ان سے کس طرح کلام کیا جا سکتا ہے۔

سوال :- یہ باتیں تو وعظ و نصیحت میں ہوتی ہیں اور ایسی باتوں سے حقائق کے طالبوں کے دل کی تشفی نہیں ہوتی لامحالہ ایسی صحبت کی ضرورت ہے جس سے یہ حقائق دل میں اتر آئیں۔

جواب :- ہم کہتے ہیں کہ جو حقائق قلبی مکاشفات، باطنی مشاہدات اور روحی معائنات کی راہ سے معلوم ہوتے ہیں ان پر بجز اہل ذوق کے حجت قائم کرنا دشوار ہے لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال (مبارکہ) سے ایک حالت کو ہم بیان کرتے ہیں تاکہ منصف مزاج طالب کی تسلی ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ معراج کے واقعہ میں آپ نے فرمایا۔ میں نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا اور صحاح میں آیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج ہی میں فرمایا میں نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بچوں کی طرح بہشت میں داخل ہوتے دیکھا پس میں نے ان سے دریافت کیا کہ دیر سے کیوں آئے، انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ

ابو محمد عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ عشرہ میں وفات پائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔

آن سخنهای بمن رسید که کودکان را پیگره داند، از آن بتوانستیم
رسید و چنان پنداشتیم که نیز ترا نخواهیم دید، اکنون معلوم شد که
یونس علیہ السلام در حالتی که در شکم ماهی بود تا آن زمان سه هزار سال
بود دیدن و عبدالرحمن عوف را در حالتی که بعد از پنجاه هزار سال خواهد
بود دیدن و با او سخن گفتن جز در زمانی نتواند بود که هزاران سال گذشته
دو هزاران سال ناآمده در وی یک حالت باشد تا ما برای احوال گذشته
و ناآمده نقد وقت او تواند بود، پس چون روا باشد که سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم با عبدالرحمن عوف سخن گوید در حالتی که بعد از پنجاه
هزار سال خواهد بود، مکالمت حقیقی نه مجازی، و آن حالت از راه
صورت موجودی، چرا روا نباشد که حق تعالی در ازل آزال با موسی
علیہ السلام در حالت نبودن او بر کوه طور سخن گوید و او را بیند و وجود
او از راه صورت درین زمان ملکی در میان نه، و امثال این از
وقایع سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بسیار است و زیرک منصف را این
قدر کفایت باشد۔

اگر معترزی گوید که : معراج سید صلی اللہ علیہ وسلم در خواب بوده
است نه در بیداری، و این مکاشفات بیدار سر بوده است نه بیدار
گوئیم : اولاً اعتقاد اهل سنت و جماعت آنست که معراج سید
عالم صلی اللہ علیہ وسلم در بیداری بوده است بقالب نه بخاطر و برین
جہتہاست نقلی کہ این مختصر موضوع ذکر آن نیست و اگر نیز تسلیم کنیم
کہ معراج بخواب بوده است غرض ما از اثبات زمان روحانیات

صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایسی باتیں سنی ہیں جو بچوں کو بھی بوڑھا کر دیتی ہیں، اسی سبب سے میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا اور مجھے ایسا گمان ہوا کہ شاید آپ کی زیارت بھی نہ کر سکوں گا۔ اب معلوم ہوا کہ یونس علیہ السلام کو خشک ماہی میں پکھنا جبکہ اس واقعہ پر تین ہزار سال گزر چکے تھے اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، کو اس حالت میں دیکھنا جس میں وہ پچاس ہزار سال بعد آئیں گے اور ان سے گفتگو فرمانا بجز اس کے ممکن نہیں کہ وہ ایسا زمان تھا جس میں ہزار ہا گزرے ہوتے اور آنے والے سال ایک ساتھ موجود تھے اور گزشتہ و آئندہ واقعات اور حالات اس زمان میں یکجا حاضر تھے۔ پس یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف سے ایسی حالت میں باتیں کیں جو پچاس ہزار سال بعد واقع ہوگی (مکالمت بھی حقیقی نہ کہ مجازی) وہ حالت ظاہری طور پر موجود نہ ہو، اور یہ کیوں روا نہیں ہو سکتا کہ ازل لازال یہ حق تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر ایسی حالت میں جب کہ وہ (عالم ظاہر میں) پیدا نہ ہوئے تھے، ہم کلام ہوں اور انھیں دیکھیں اور ان کا وجود بصورت ظاہر اس زمانِ ملکی کے درمیان نہ ہو۔ اس طرح کی مثالیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک میں بہت ہیں اور منصف مزاج صاحب عقل کو اسی قدر کافی ہے۔

اگر معزونی کہتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج حالتِ خواب میں تھی، بیداری میں نہیں تھی اور یہ مکاشفات چشم باطن کے تھے چشم سہر کے نہیں تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ اولاً اہل سنت و جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج اسی قالب کے ساتھ بیداری میں ہوئی تھی نہ کہ خواب میں اور اس پر نقلی دلائل ہیں جنہیں اس مختصر مقام پر بیان نہیں کیا جاسکتا اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ معراج خواب میں ہوئی تھی تو ہماری غرض زمانِ روحانیات کے اثبات سے

حاصل میآید چون در خواب گذشته و ناآمده جز در زمان ارواح و روحانیات نتواند دیدن که گذشته و ناآمده در آن نقد وقت باشد و بدان که عامه خلق را مطالعه آن زمان دست دهد لکن در خواب، و در عقب این در معنی آن تقریر کنیم انشاء اللہ تعالی، و انبیا و اولیا را دست دهد در بیداری، لکن بخاطر مهتر و بهتر موجودات را علیه افضل الصلوات و اکمل التحیات دست دادیم به سر و هم بقالب۔

سؤال : بر اصل سخن چون همه موجودات که بود و هست و خواهد بود درین زمان که بیان کردی و ام الکتاب لقب نهادی موجود بود و این زمان در ازل بی اول موجود بود بل که با ازل محیط بود چنان که بیان کردی پس لازم آید که جمله موجودات در ازل موجود باشند و چون ازلی باشند قدیم باشند ناچار، و این عین مذمب فلاسفه و دهریانت و برخلاف قواعد عقاید مسلمانان۔

جواب : این سؤال سخت واقع است و جوابش نیک غامض، اگر زیرکانه بشنوی و نیک فهم کنی برخورداری انشاء اللہ : بدان که در آن زمان نه از لست و نه ابد نه اولست و نه آخر، بلکه تهمت وجود موجودات در ازل از اتحاد و یگانگی آن زمان می خیزد که آنچه از لست بعینه همان ابدست، و آنچه اولست بعینه همان آخرست پس آنچه اول می دانی و تهمت از لست عالم از آن می انگیزی، جهد آن کن که همان بعینه ابدست بینی، و آنچه ابدیت می پنداری از لست یابی، و این ستر را بیان شافی تر در روشن تر بنویسیم :

حاصل ہو جاتی ہے، خواب میں بھی گزشتہ اور آئندہ کو ایسی صورت میں کہ گزشتہ اور آئندہ اس میں حال کالمح بن جاتے، سوائے ارواح اور روحانیات کے زمان کے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور جان لو کہ عام لوگوں کو بھی اس زمان کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن خواب میں۔ اور آگے ہم اس معنی میں تقریر کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کو اس کا مشاہدہ بیداری میں ہوتا ہے لیکن موجودات میں سب سے اعلیٰ و بہتر علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التیمات کے قلب پاک کو یہ مشاہدہ باطن اور قالب دونوں کے ساتھ حاصل ہوا۔

سوال :- بر بناتے کلام جب تمام موجودات جو تھی، ہے، اور ہوگی، اس زمان میں جسے تو نے بیان کیا اور ام الكتاب اس کا لقب رکھا موجود تھی اور یہ زمان ازل بے اول میں موجود تھا، بلکہ ازل کو احاطے میں لئے ہوتے تھا، جیسا کہ تم نے بیان کیا، تو لازم آتا ہے کہ تمام موجودات ازل میں موجود ہوں گی اور جب ازل ہوں گی تو لازماً قدیم ہوں گی اور یہ مسلمانوں کے قواعد اور عقائد کے برخلاف عین فلا سفہ اور دہریوں کا مذہب ہے۔

جواب :- یہ سوال بہت اہم ہے اور اس کا جواب بھی بہت باریک ہے۔ اگر تم ہوشمندی سے سنو اور اچھی طرح سمجھو تو تمہیں نفع حاصل ہوگا انشاء اللہ۔ جان لو کہ اس زمان میں نہ ازل ہے اور نہ ابد، نہ اول ہے اور نہ آخر بلکہ ازل میں موجودات کے وجود کا اتہام اس زمان کے اتحاد و یگانگت سے پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ ازل ہے بعینہ وہی ابد ہے اور جو کچھ اول ہے بعینہ وہی آخر ہے پس جسے تم اول سمجھتے ہو اور اس بنا پر عالم کی ازلیت کا اتہام لگاتے ہو اس امر کی کوشش کرو کہ اسے ہی بعینہ ابدیت کہی، دیکھو اور جسے تم ابدیت گمان کرتے ہو اسے ازلیت پاؤ۔ اور اس ستر کو ہم زیادہ شافی اور زیادہ واضح بیان کے ساتھ سمجھتے ہیں۔

بدان که این ام الكتاب از مضیق زمانی که از دوران افلاک می
 خیزد بیرونست و از ازل وابد برترست و آن چاشنی صفت عالم
 قدیم دارد و آنچه در او موجود بود وجود آل در عالم صورت و ازل
 و ابد لازم نیاید و مثالش آست که در قصه معراج گفتیم که سید عالم
 صلی الله علیه وسلم چون از تنگنای زمان و مکان بیرون شد و از
 مضیق ازل و ابد که مفهوم خلقست برتر آمد عبدالرحمن عوف را بدید
 و با او سخن گفت در حالت رفتن او در بهشت، و آنچه در آن زمان بدید
 و بگفت لازم نبود که دین زمان ما موجود باشد بلکه آل حالت در
 زمان ما بعد از پنجاه هزار سال در وجود خواهد آمد و این حالت سید
 را صلی الله علیه وسلم در شب معراج موجود بود و ما را معدوم، و قدم
 عالم از آن روی محالست که بزمان ما تعلق در دونه از آن روی که
 بعالم پادشاه و زمان او تعلق دارد و بالله التوفیق -

بدان که اگر روح انسانی قوت گیرد با انواع تصفیه و تزکیه و تربیت
 بمتابعت صاحب شریعت صلی الله علیه وسلم موصوف شود تواند که
 قالب را بزمان جسمانیات لطیف کشد و نشانش آن بود که بر وزی کار
 چندان کند که دیگری بسالی نتواند کرد و آنچه شنیده باشی در قصه خضر
 علیه السلام که کوهی را از باغ دهقانی که به بندگی او مبتلا شده بود بیک
 از بن بر کند و بازین هموار کرد و جمله خاک آن بجای دیگر نقل کرد
 درین مقام بود -

جان لو کہ یہ ام الکتاب، اس زمان کی تنگی سے جو گردشِ افلاک سے پیدا ہوتا ہے یا ہر ہے اور ازل و ابد سے برتر ہے، وہ عالمِ قدیم کی صفت کا ذکر کرتی ہے اور جو کچھ اس میں موجود ہے، اس کا وجود عالمِ صورت (دنیا) نیز ازل و ابد پر لازم نہیں آتا۔ اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے واقعہ معراج میں بیان کی ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمان و مکان کی تنگنائے سے باہر ہوئے اور ازل و ابد کی حد سے، جو خلق کا مفہوم ہے، برتر ہوئے تو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آپ نے بہشت میں داخل ہونے کی حالت میں دیکھا اور ان سے گفتگو فرمائی اور جو کچھ آپ نے اس زمان میں دیکھا اور فرمایا لازم نہیں کہ وہ ہمارے زمان میں موجود ہو بلکہ وہ حالت ہمارے زمان میں پچاس ہزار سال کے بعد وجود میں آئے گی جب کہ یہ حالت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شبِ معراج میں موجود تھی اور ہمارے لئے معدوم۔ قدمِ عالم اس نسبت سے محال ہے کہ ہمارے زمان سے تعلق رکھتا ہے۔ نہ اس اعتبار سے کہ بادشاہ کے عالم اور اس کے زمان سے تعلق رکھتا ہے وباللہ توفیق۔

جان لو کہ اگر روحِ انسانی تصفیر، تزکیہ اور تربیت کی انواع کے ساتھ صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے موصوف ہو کر قوت حاصل کرے تو ممکن ہے کہ اپنے قالب کو جسمانیاتِ لطیف کے زمان میں پہنچا دے، اس کی علامت یہ ہوگی کہ وہ ایک دن میں اس قدر کام انجام دے گا کہ دوسرے ایک سال میں نہ کر سکیں اور تم نے حضرت علیہ السلام کے قصے میں سنا ہوگا کہ ایک پہاڑ کو جس کی وہ عبادت کرتا تھا اس دہقان کے باغ سے ایک ہی دن میں جڑ سے کھود دیا اور زمین سے ہوا کر دیا اور اس کی تمام مٹی کو وہ اس جگہ کھتی دوسری جگہ منتقل کر دیا،

و همچنین حکایت ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کہ گفت یکشب
 ما را از ما بستند و جمله او را دما از ما فوت شد چون ما را با ما
 دادند هنوز روی روی ما از آب وضو تر بود، و از یاران ما کسی
 هست که در کم از یک ساعت صد بار همه قرآن حرف حرف و آیه آیه
 بر خواند و این حالت او را بارها افتاده است و اگر قوت روح بجمال
 رسد تواند که قالب را بزمانی از منہ روحانیات کشد و نشانش آن باشد
 که بیک ساعت کار صد سال بکند بلکه کار هزار سال تواند کرد۔

و قصہ معراج سید صلی اللہ علیہ وسلم درین مقام بود که در یک ساعت
 از شب، همه تفصیل عالم بروی عرض کردند و نمود هزار کلمه از حق
 تعالی بشنید چون باز آمد هنوز بسترش گرم بود و اگر ناکسی این را انکار
 کند باری امکان ندارد که مثل این حکایت در خواب بیند و انکار
 تواند کرد، و امثال این در خواب بسیار است و آل همه کس را ممکنست
 مثلاً کسی در خواب بیند که بترکستان رفت و آنجا زن خواست هزار
 سال آنجا بماند و هزار فرزندش بزاد و جز این کار با کرد و این هزار
 سال در یک ساعت گذشتن جز درین زمان که بیان کردیم نباشد
 و صورت نبندد۔

و وقوع مثل این در بیداری هم رواست چنان که در حکایت
 آمده است که یکی از اصحاب شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ

اسی طرح کی ایک حکایت ابوالمحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو ایک شب ہمارے احساس وجود سے بے خبر کر دیا اور ہمارے تمام اور ادہم سے فوت ہو گئے، جب ہم کو حالت صحو میں لوٹا دیا گیا تو ہماری ڈاڑھی و ضر کے پانی سے تر تھی اور ہمارے احباب میں سے کوئی ہے جو ایک ساعت سے کم مدت میں سو بار قرآن کو حرف بہ حرف اور آیت بہ آیت تلاوت کرے، جب کہ ان پر یہ حالت بارہا گزری ہے۔ اگر قوت روح درجہ کمال تک پہنچ جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ قالب کو روحانیات کے زمانوں میں سے کسی زمان تک پہنچائے، اس کی علامت یہ ہے کہ ایک ساعت میں کار صد سالہ بلکہ ہزار سالہ انجام دے سکتا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ اسی مقام سے متعلق تھا کہ آپ پر رات کی ایک ساعت میں تمام تفصیل پیش کی گئی اور نوے ہزار کلمات آپ نے حق تعالیٰ سے سُننے، جب واپس آئے تو آپ کا بستر مبارک ابھی گرم تھا۔ اگر کوئی بے فہم اس کا انکار کرتا ہے تو کیا اس کا امکان نہیں ہے کہ اس طرح کا قصہ وہ خود خواب میں دیکھے اور پھر بھی انکار کرے۔ خواب میں اس طرح کی مثالیں بہت ہیں اور تمام لوگوں کے لئے ممکن ہیں مثلاً کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ترکستان

گیا، اس نے وہاں نکاح کیا، ہزار سال وہاں رہا اور ہزار فرزند وہاں پیدا ہوئے اور اس کے علاوہ بھی کام انجام دیئے (حالانکہ نیند چند گھنٹی کی تھی) تو ان ہزار برسوں کا گزرنا سوائے اس زمان کے جو ہم نے بیان کیا ہے واقع نہیں ہو سکتا۔ باری میں بھی اس طرح وقوع میں آنا روا ہے کہ حکایت میں آیا ہے کہ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ ابوالمحسن علی بن جعفر خرقانی ۲۷ متوفی ۲۵۵ھ سرچشمہ تصوف در ایران ص ۲۰۳

۲۔ ابوالقاسم جنید بن محمد نہادندی بغدادی متوفی ۲۹۶ھ یا ۲۹۸ھ ایضاً ص ۱۹۵

بکنار دجله رفت تا غسل کند، جامه بیرون کرد و در میان آب رفت چون سرفرو بردم در دم به هندوستان شد و آنجا زن خواست و فرزندش آمد و سالهای بسیار آنجا بماند پس خود را دیگر باره در میان آب دید در دجله، و جامه خود دید هم آنجا نهاده، جامه در پوشید و به خانقاه رفت صحاب را دید که همان نماز را وضوی ساختند و روا باشد که این واقعه قلبی باشد نه قالبی و نیز تواند بود که بقالب باشد که پادشاه عالم جل جلاله بر همه چیزی قادرست۔

و آنچه در کلمات بزرگان شنیده که یک نفس روندگان هزار سال عامه پیش از رد و این فضیلت از روی عزت فهم کرده این خود هست لیکن حقیقت آل بود که چون رنده بدین مقام رسد در یک نفس هزار سال بلکه صد هزار سال طاعت تواند کرد این همه ممکن باشد ولیکن هرگز نتواند بود که بیچ آفریده بزمان حق تعالی رسد یا بدل مطلع شود و ام الكتاب این زمانست، هر چه ماجرای ازل ابدست در موجود است و مرتوم، لوح محفوظ نسخه چیزی اندکست از و اسرافیل علیه السلام بر لوح محفوظ مطلع است، اما برام الكتاب هیچکس را اطلاع نیست جز حق تعالی، و آنچه در لوحست محو و اثبات پذیرد: **يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ** ۱ اشاره بدانست اما آنچه درین زمانست که ام الكتابست تغیر و تبدیل بدو راه نیابد **مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلَ لَدَيَّ** ۲ اشارت بدانست حق تعالی درین زمان نیست اما مطلع است بر این زمان، و این زمان را

۲- سورة ۵۰ آیه ۲۹

۱- سورة ۱۳ آیه ۳۹

کے اصحاب میں سے ایک شخص دجلہ کے ساحل پر گیا تاکہ غسل کرے۔ اس نے کپڑے اتارے، اور پانی میں غوطہ لگایا، جب پانی سے سر باہر نکالا تو اس وقت ہندوستان میں تھا۔ وہاں نکاح کیا، اور اس کے ہاں فرزند پیدا ہوا۔ بہت برسوں وہاں رہا۔ پھر خود کو دوسری بار دجلہ کے پانی میں دیکھا۔ اپنے کپڑے دیکھے جو وہیں پڑے ہوئے تھے۔ کپڑے پہن کر خانقاہ میں گیا، ساتھیوں کو دیکھا کہ اسی طرح نماز کے لئے وضو کر رہے ہیں۔ مگر یہ کہ یہ واقعہ قلبی ہو اور قابلی نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قالب کے ساتھ ہو کہ پادشاہ عالم جل جلالہ ہر بات پر قادر ہے۔

یہ جو تم نے بزرگوں کے ملفوظات میں سنا ہو گا کہ سالکین کا ایک نفس عام ہزار سال سے بیش قیمت ہے اور تم نے یہ فضیلت بہ اعتبار اس کی بیش قیمتی کے خیال کی ہے۔ یہ کبھی درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب سالک اس مقام پہ پہنچتا ہے، ایک نفس میں ہزار سالہ بلکہ صد ہزار سالہ عبادت کر سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں ممکن ہیں لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی مخلوق حق تعالیٰ کے زمان تک پہنچ سکے یا اس کی حقیقت پر مطلع ہو سکے۔ "ام الکتاب" یہی زمان ہے، جو کچھ ازل و ابد کا قصہ ہے اس میں موجود و مرقوم ہے۔ لوح محفوظ اس سے کم تر درجہ کی ایک کتاب ہے، اسرافیل علیہ السلام لوح محفوظ پر مطلع ہیں، لیکن کوئی ہستی سوائے حق تعالیٰ کے ام الکتاب پر مطلع نہیں ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ ہے وہ ممتا اور قائم ہوتا ہے بحوالہ ما لیشاء وثبت (خدا تعالیٰ وہی جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں) اسی جانب اشارہ ہے۔ اس زمان میں ام الکتاب ہے، اس میں تغیر اور تبدیلی کا گزر نہیں۔ ما یبدل القول لدی الامیرے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جاوے گی) اسی جانب اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ اس زمان میں نہیں ہیں لیکن اس زمان پر مطلع ہیں اور اس زمان کو اس کی

زمان اللہ گویند از راه تخصیص و تشریف، چنان که بیت اللہ و ناقه اللہ
 و روح اللہ و غیر آں، چون نیک فهم کنی بدانی چنان که شک و شبه را در
 مجال نماند که حق تعالی ازلی و ابدیست و درایم و باقی، و کلام او قدیم
 و ازلی و ابدیست، و سخن او یکبست که تعدد نپذیرد و از ازل بی
 اول تا ابد بی آخر بدل یک سخن مکمل است بی انقطاع، و بدانی که جمله
 مکونات، بیک امر کن فیکون ایجاد کرده است و آل کن فیکون بازل
 و ابد محیطست چنان که یک طرفه العین از و دور نیست و از و بیرون نیست
 و بدانی که حق تعالی بیک قدرت نامتعدد قادرست بر همه مقدرات
 و بیک علم نامتعدد عالمست بر همه معلومات، و بیک نظر نامتعدد همه
 منظورات را از ازل تا ابد می بیند و بیک شنوای نامتعدد همه مسموعات
 را می شنود و بیک ارادت نامتعدد همه مرادات می خواهد و بدانی که
 اولیت او نه از تقدم زمانست بل که تقدم زمان از اولیت اوست
 و آخریت او نه از تاخر زمانست بلکه تاخر زمان از آخریت اوست
 اولیت و آخریت دو صفت قدیم اوست و تناقص و تنافی را بصفت
 او راه نیست هم از آل روی که اولست آخرست و هم از آل روی که
 آخرست اولست، در ازل آخرست و زمان آخریت نا آمده و در
 ابد اولست و زمان اولیت نا گذشته -

آری جاننا آنچه گفته آمد از اسرار زمان و مکال قطره ایست از
 دریای بی کران او، بسی اسرار عزیز که نا گفته بماند و بسا در شاہوار

خصوصیت اور شرف کے سبب زمان اللہ کہتے ہیں جیسے کہ بیت اللہ، ناقۃ اللہ اور روح اللہ وغیرہ۔ جب تم غور کرو گے تو سمجھ جاؤ گے اور اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے گی کہ حق تعالیٰ ازلی و ابدی ہیں اور دائم و باقی ہیں۔ ان کا کلام بھی ازلی و ابدی ہے اور ان کا کلام ایک ہے جو تعدد پذیر نہیں ہے۔ وہ ازل سے اول سے ابد سے آخر تک بغیر انقطاع اس ایک کلام کے ساتھ متکلم ہیں اور تم یہ بھی جان جاؤ گے کہ حق تعالیٰ نے تمام کائنات اور اس میں موجود اشیاء کو ایک امر کن فیکون سے ایجاد کیا ہے اور وہ کن فیکون ازل و ابد کو محیط ہے، اس طرح کہ ایک چشم زدن کے لئے بھی اس سے دور نہیں ہے اور نہ اس سے باہر ہے اور تمہیں یہ علم بھی حاصل ہوگا کہ حق تعالیٰ ایک نامتعدد قدرت کے ساتھ تمام مقدرات پر قادر ہیں۔ ایک نامتعدد علم کے ساتھ تمام معلومات کے عالم ہیں۔ ایک نامتعدد نظر سے ازل سے ابد تک تمام منظورات کو دیکھتے ہیں۔ ایک نامتعدد سماعت کے ساتھ تمام مسموعات کو سنتے ہیں اور ایک ارادۃ نامتعدد سے تمام مرادات کو چاہتے ہیں۔ اور جانو گے کہ ان کی اولیت زمان کے تقدم سے نہیں ہے بلکہ زمان کا تقدم ان کی اولیت سے ہے اور ان کی آخریت زمان کے تاخر سے نہیں ہے بلکہ زمان کا تاخر ان کی آخریت سے ہے (درحقیقت اولیت اور آخریت حق تعالیٰ کی دو قدیم صفتیں ہیں اور ان کی صفات میں تخالف و تضاد کا گزر نہیں ہے اس اعتبار سے کہ وہ اول ہے آخر بھی ہے اور اس اعتبار سے وہ آخر ہے اول بھی ہے۔ ازل میں آخر (مندرج) ہے اور جو زمان آخریت ہے وہ دراصل نآمدہ حقیقت ہے اور (اسی طرح) ابد میں اول (مندرج) ہے اور اولیت کا زمان (درحقیقت) ناگزشتہ ہے۔

ہاں اسے جان جو کچھ بیان کیا گیا ہے زمان و مکان کے بیکراں دریا کے اسرار سے ایک قطرہ ہے بہت سے گراں قدر اسرار ہیں جو بے کلمے رہ گئے ہیں اور بہت سے درشاہوار ہیں جو

کہ در قعر این بحر ناسفته بماند، بسبب تنگ حوصلگی و بی حاصلی تو
 نہاں می دارم و درگفت آوردن نمی یارم، از آنکہ فہم نکنی بیت؛
 دارم سخن و یاد نمی یارم کرد

فریاد کہ فریاد نمی یارم کرد

اے جو انمرد می دال کہ این بیای کہ نوشتہ آمد کلید گنج معرفت
 کہ بدست تو دادم بل کہ درخزانہ اسرار بکریست کہ بر تو گشادم ،
 شکر حق تعالی بگزار کہ اسراری کہ ہزاراں ہزار سالست تا در حجاب
 عزت محتجب بود در روزگار تو بصر افتاد و در ہای گراں مایہ کہ
 اند ہزار سالست تا در قعر بحر غیرتست در بازار روزگار تو بمن یندید
 عرض فرستادند، بر خواں و پداں، و اگر نہ باری نہ بچود و انکار کفران
 این نعمت روا آمد، و آل کس کہ حال بار این امانتست و منبع
 اسرار و مطلع اسرار، اگر خاک پای او نباشی باری خاک
 جفا بر روی او میباش، روندگانرا نفس گریز نیست ولیکن از
 رنجانندہ چارہ نیست کہ حال تجلی جز جمال اذی نہ بیند، ایشان را
 رنجانندہ کم نباید، بکوش تا آل رنجانندہ تو نباشی چہ ہر کہ در راہ
 روندہ خاری نہداد را فدای آل روندہ گردانند روندہ بتحمل
 می سوی علیین میرود و موزی را بسبب اذیت سوی سچین می کشند۔
 اے جو انمرد اگر تو کلمہ ندانی شنود بسبب تنگ حوصلگی علم تو
 بدو و چوں تو برآں انکار کنی

اس بحر کی گہرائی میں ہیں اور بغیر پروتے ہوتے رہ گئے ہیں انھیں تمہاری بے حوصلگی اور بے
 بضاعتی کے سبب نہاں رکھتا ہوں اور اس وجہ سے کہ تم سمجھ نہ سکو گے، انھیں ظاہر کرنے
 کا یارا نہیں پاتا۔ بیت :-

اے دوست کہنے کو بہت کچھ ہے مگر کہہ نہیں سکتا، اے دوست شکوہ اس کا ہے
 کہ شکوہ بھی نہیں کر سکتا۔

اے صاحب ہمت جان لو کہ یہ بیان جو صورت تحریر میں آیا ہے درحقیقت خزانہ
 معرفت کی کلید ہے جو میں نے تمہارے سپرد کر دی ہے بلکہ خزانہ اسرار کی دوشیزہ ہے (راز
 نہاں ہے) جسے میں نے تم پر ظاہر کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ جو راز ہزار ہا سال
 سے اب تک پردۂ عزت میں چھپا ہوا تھا، تمہارے زمانے میں عام ہو گیا، اور وہ گراں
 مایہ موتی جو ہزار ہا سال سے بحرِ غیرت کی تہ میں پڑے ہوئے تھے تمہارے زمانے میں میرے
 واسطے سے بھیجے گئے۔ (انھیں اچھی طرح) پڑھو اور سمجھو، اور اگر یہ نعمت بے جا خدا کا
 اور کفران کے سبب تمہیں پسند نہیں، اور اس شخص پر جو اس امانت کے بار کا حامل، ان
 راز ہاتے سر بستہ کا منبع اور ان اسرار کا مطلع ہے، اگر تم اس کی خاک پاؤ بن سکو تو فدا
 اس کے چہرے پر خاک جفائے ڈالو، سالکین کے لئے تو مجالِ گریز نہیں ہے مگر تکلیف پہنچانے
 والوں کا بھی کوئی علاج نہیں ہے کہ حاملِ تکالی کے لئے مشابہۃ جمالِ ہما کافی کرب انگیزے ایسے
 لوگوں کو تکلیف دینے والوں کی کمی نہیں کوشش کرو کہ تم ایذا پہنچانے والے نہ بنو جو کوئی سالک
 کی راہ میں کانٹے پچھاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو سالک کا فد یہ کر دیتے ہیں۔ سالک کو تکلیف
 پر صبر کرنے کے سبب علیین کی جانب بڑھتا ہے اور تکلیف پہنچانے والے کو تکلیف پہنچانے
 کے سبب جہنم کی طرف گھسیٹ لے جاتے ہیں۔

اے صاحب ہمت اگر تم ایسی بات سنو جو تم نہیں جانتے اور جس کا سبب خود تمہارا
 علم کی تنگ حوصلگی ہوتی ہے، جب تم ایسی بات کا انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ حقیقت

وگوئی این خود نیست پس مجال علم تنگ گشت و بارگی ہنر تنگ شد
گماں کمال بر خود مبر و خود را وقف کن و در طلب زیادتی قدمی نہ
وومی می زن : لتعلم کم خبا یا فی الزوا یا و پیوستہ این خبر عزیز خود
میخوان کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمود : ان من العلم کھیئۃ
المکنون لا یعلمہ الا العلماء باللہ فان انطقوا به لم ینکو علیہم
الا اهل العزۃ باللہ ، یعنی در جملہ علمی کہ بآدمیاں آمدہ است علمی
ہست کہ از افہام عوام پوشیدہ است نتوانند در آن شروع کردن
الا دانایاں بخدای تعالی ، ای دوست اگر علم ہمیں است کہ از اساداں
گیرند پس علم امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کہ از خود چنین خبر میدہد :
لو شئت لا وقرت سبعی بعیراً من تفسیر فاحصۃ الكتاب ؛
از کہ گرفت ؟ و آنکہ سہل عبد اللہ رحمہ اللہ میگوید : نکل آیۃ من
القران سبعون الف فہم و ما بقی من فہمها اکثر ، از کہ تو ان گرفت ؟
و آنچه پادشاہ عالم جل جلالہ میفرماید : قُلْ لَوْ كَانَتِ الْبِحْرُ مِلْدًا دَائِكَمَا
رَجِيًّا الْاَبَدِ ، بر چہ عمل تو ان کرد ؟ و اگر علم اینست ہمہ مدعیان علم
را درین شریک باید بود ، و آنچه عبد اللہ عباس حی گوید :

ایسی نہیں تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) علم کا دوسرا تنگ ہو گیا اور ہنر کی رسائی میں تنگ آ گیا۔ خود پر کمال کا گمان نہ کرو بلکہ خود کو (کسب کمال کے لئے) وقف کر دو اور زیادہ طلب کے لئے قدم اٹھاؤ اور حوصلہ کرو، تم سمجھ لو کہ زاویوں میں پوشیدہ باتیں ہوتی ہیں۔ اور اس حدیث کو متواتر پڑھو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک علم میں سے ایک علم ہے جو لوگوں کی سمجھ سے پوشیدہ ہے اسے علماء باللہ سے سوا کوئی نہیں جانتا پس جب وہ تم سے مخاطب ہوں تو ان پر نیکر نہ کرو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اہل عزت اللہ کے ساتھ ہیں۔ اے دوست اگر علم یہی ہے جو استادوں سے حاصل کیا جاتا ہے تو امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے یہ علم کس سے سیکھا جس کی بابت اپنے بارے میں خبر دیتے ہیں، ”اگر میں چاہتا تو بے شک سورۃ فاتحہ کی تفسیر (اتنی مفصل) لکھتا کہ ستر اونٹ پر لادی نہ جاسکتی۔ اور سہیل عبد اللہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں، ”قرآن کی ایک آیت کے ستر ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ مطالب ہیں اور پھر بھی اکثر مضامین ناہمیدہ رہ جاتیں۔ انھوں نے یہ علم کس سے حاصل کیا اور پادشاہ عالم جل جلالہ جو ارشاد فرماتے ہیں ”قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی الایہ (آپ) ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر (کا پانی) رو شنائی (کی جگہ) ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جاوے (اور باتیں احاطے میں نہ آویں) اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر (اس کی) مدد کے لئے ہم لے آویں) تو اس پر کس طرح عمل کیا جاسکتا ہے اور اگر علم یہی ہے تو تمام مدعیان علم کو اس میں شریک ہونا چاہئے اور عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں

۱۔ ابو محمد سہیل بن عبد اللہ تستری ساکن مکہ معظمہ متوفی ۳۷۳ھ۔ مرجعہ تصوف در ایران

نون کورت ما اعلم من تفسیر هذه الایة لرجتمونی و فی
 روایہ : لعلمتم انه کافر، یعنی قوله تعالی : اللہ الذی خلق
 سَبْعَ سَمَوَاتٍ ' الایة چرا صحابہ و تابعین با او شریک نبودند
 در آل؟ و آل علم عزیز و آل ستر مکنون و مخزون که از غایت دور
 و غموض بنزدیک افہام صحابہ و تابعین کفری نمود از کہ آموختہ ؟
 ای جوالمزد انصاف نمیدی، آخر اسرار صمدیت در مسایل سلم
 و رہن و شفیعہ و اجارت چگونه محصور گشت ؟ و دانستن آل بر اہل
 آل از چه سبب روانیست ؟ و چگونه مقصور شد ؟ ای عجب علم
 نحو بیک ہفتہ بتوال آموخت سخویان را مسلم میداری، اطبارا معبہ
 میدانی بلکہ علم کفشگری و جولاہگی از کفشگر و جولاہہ مسلم میداری علم
 راہ خدای روندگان گرم رو را کہ گام بر آرزو و کام خویش نہند
 و در ترک تمتع و قمع عوارض بشریت کوشند و باقصی الغایت برسند

اگر اس آیت کی تفسیر جو میں نے سمجھی ہے بیان کروں تو تم مجھ کو سنگسار کر دو گے اور دوسری روایت میں ہے تم مجھے کافر سمجھو گے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ” اللہ الذی خلق سبع سموات الآیہ (اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی (اور) ان سب میں (اللہ تعالیٰ کے) احکام نازل ہوتے رہتے ہیں (اور یہ اس لئے بتلایا گیا ہے) کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ ہر شے کو (اپنے) احاطہ علمی میں لئے ہوتے ہے) اس علم میں ان کے ساتھ صحابہ اور تابعین کیوں شریک نہ تھے اور وہ علم عزیز وہ مخفی اور پوشیدہ راز جو انتہائی دوری اور باریکی کی وجہ سے صحابہ اور تابعین کی سمجھ میں کفر محسوس ہوتا تھا (عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کس سے سیکھا تھا۔

اے جو اہل مرد تم انصاف نہیں کرتے کہ آخر سلم^۱، رہن^۲، شفیع^۳، اجارت^۴ کے مسائل میں معدیت کے اسرار کو کس طرح محصور کیا جاسکتا ہے، اور اس شخص پر ان اسرار کا جاننا جو اس کا اہل ہے کس وجہ سے روا نہیں عجیب بات ہے کہ علم نحو جو ایک مفتے میں حاصل کیا جاسکتا ہے تم نخیوں کو مستند قرار دیتے ہو، اطباء کو معتبر جانتے ہو بلکہ جوتے بنانے اور کپڑے بننے کا علم کفش گر اور جولاہے سے مخصوص کرتے ہو، راہ خدا کے گرم روسا لکین جو اپنی خواہش اور مقصد سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ جو دنیاوی فائدے اور بشری عوارض کے عیب ترک کرنے کی کوشش میں ہیں۔ جو زمان و مکان میں ہر چیز کی انتہا تک رسائی حاصل کرتے ہیں

۱۔ قیمت پہلے ادا کرنا۔ ۲۔ گرد رکھنا۔ ۳۔ ہمسایہ کی ملک خریدنا۔
۴۔ مزدوری بردینا۔

و در طلب قرب حضرت عزت روزگار جوانی و کامرانی در بازند تا
در لطایف قبول و اقبال حضرت عزت پرورده شوند و عبارت از
روزگار ایشان این سز و بیت :

بسته از جهد و جهد و عشق و طلب

بگر بیان روز دامن شب

چرا مسلم نداری ؛ حق سبحانه و تعالی همگنا تر اراه روشن کرامت
کناد و اعتقاد پاک همه را از خطا و خطر و خلل و زلل محروس و محفوظ
و مصون دارد ، انہ قریب مجیب ، وصل اللہ علی محمد و علی آلہ و اصحابہ ۔

اور حضرت عزت کے قرب کی طلب میں جوانی اور کامرانی کا زمانہ لٹا دیتے ہیں تاکہ حضرت عزت کی قبولیت اور اقبال کی مہربانیوں میں پرورش پائیں جن کی حالت پر یہ عبارت صادق آتی ہو۔ بیت:-

عشق و طلب (الہی) کی جدوجہد میں وہ ایسے کمر بستہ ہیں کہ ان کے دن کا گریبان رات کے دامن سے بندھا ہوا ہے مراد یہ کہ شب و روز اسی لگن میں ہیں ان حضرات کے علم کو کیوں مسلم نہیں سمجھتے۔ حق سبحانہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہی کی طرح راہ روشن اور اعتقاد پاک عطا فرمائیں ، اور سب کو خطا و خطر، خرابی اور پستی سے محفوظ اور مصئون رکھیں بے شک وہی قریب ہیں اور قبول کرنے والے ہیں، صلی اللہ علی محمد و آلہ و صحابہ

تخصیص غایبہ الامکان

از حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی ۷۲۵ھ)

اقتباس از سیر الاولیاء مصنفہ سید محمد بن مبارک علوی کرمانی

المعروف بہ میر خور و کرمانی ۲۷ المتوفی ۷۷۰ھ (ص ۵۷۷ تا ص ۵۸۲)

حضرت سلطان المشائخ می فرمود قدس اللہ سرہ العزیز ہر روزے بعضے بقعہ از بعضے

نکتہ در بیان فضیلت مکان بر مکان و زمان بر زمان و حقیقت زمان و مکان
بر زبان حال باز پرسیدند کہ امروز بر تو ذاکرے دیا ہیج عم ناکے گذشتہ
اگر گوید گذشتہ، آل بقعہ کہ بر گذشتہ باشد شرف کند بر آل بقعہ کہ بر ونگزشتہ
باشد۔ و مناسب این معنی این بیت بخط حضرت سلطان المشائخ بنشہ
دیدہ ام

آسماں سر بہ نہد پیش زمینے کہ برو
یک دو کس بہر خدا یک نفسے بنشیند

ہم چنین زماں از زماں دیگر اختصاص کند۔ چناں کہ روز عید کہ
از جملہ روز ہا مخصوص است بسیارے و عام را۔ ہم چنین مکانے ہم باشد کہ
در و راحتے تو اں یافت کہ در مکان دیگر نباشد۔ فاما در ویش چناں باشد کہ
از زماں و مکان بیرون آدہ باشد نہ از ہیج شادی شاد ماں گردو

نہ از بیج غمے غمگیں گردد، و آل کسے باشد کہ از ملک دنیا گزشتہ باشد
 ومی فرمود، در آنچه حضرت شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس سرہ
 در حجازی رفت، در تہ درختے فرود آمد و سر برہنہ کرد۔ پرسیدند کہ
 حکمت چیست۔ فرمود کہ بزرگی در تہ این درخت نشستہ بود،
 نظر او درخت افتاد، سر برہنہ کردہ نشستہ۔ وگفت شاید از نظر آل
 بزرگ مرانصیب باشد عرض می دارد کاتب حروف روزی جملہ یاران حضرت
 سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز در شہر بہ دعوت رفتند۔ چوں باز
 گشتند میان باغ ساعتی زیر درخت سایہ دار بنشستند۔ در اثنائے
 آن ایٹال را ذوقے پیدا شد۔ در سماں ورقص شدند، بسطے وفرحتے حاصل
 گشت ہچنان بخدمت حضرت سلطان المشائخ رسیدند و این معنی عرض
 داشتند۔ فرمود کہ وقتے صاحب دلے در سایہ آل درخت نشستہ باشد این ہم
 تاثیر آست و مناسب این بیتے است کہ بزبان گہریار حضرت
 سلطان المشائخ گزشتہ است این است

وینجینی کل ارض ستر کونہا

کانہم فی بقاع الارض امطار

یعنی و میوہ می دہد ہرز مینے پوشیدگی بودن آل زمین گویا کہ
 ایٹال در مکان ہائے زمین باراں ہاتھند یعنی در ایٹال۔ و بخط مبارک حضرت
 سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز دیدہ ام۔ الحمد للہ الزن
 لا انہ لمکانہ ولا حین لزمانہ۔ جمیع ثنا و صفت و حمد ثابت است
 مر اللہ اگر نیست اللہ را مکانے و زمانے۔ قال اللہ تعالیٰ و اذا سالک
 عبادی عنی فانی قریب و نحن اقرب الیہ من حبل الوری و نحن اقرب الیہ منکم

ولکن لاتبصرون - یعنی گفتہ است اللہ تعالیٰ وقتیکہ سوال کنند تراے
 مجھ ۱۵، بندہ ہائے من از جہائے بودن من، پس بدستی کہ من نزدیک ترم با ایشان
 و من نزدیک ترم بسوائے آل بندہ، از شہ رگ آل بندہ، و من نزدیک
 ترم بسوائے آل بندہ از شمایاں و لیکن نمی بینید شما - ہرچہ وہم بدال رسد
 و عقل آل را صورت کند و خیال آل را بگیرد و فہم آل را دریابد - ذات
 وصفات او از ان منزہ است - و با این ہمہ از رگ جان تو نزدیک ترم
 است و او از بینائی و دانائی چشم تو بتو نزدیک تر، و از شنوائی گوش تو
 بتو نزدیک تر از گویائی و دانائی الی آخرہ - و قریب حقیقی قریب حق
 تعالیٰ است، زیرا چہ قریب صفت اوست و صفت او جز حقیقت
 نباشد - قریب حقیقی آل باشد کہ ہیچ حال درو بعد نباشد - قال اللہ تعالیٰ
 و هو معکم اینما کنتم و نحن اقرب الیہ من حبل الورد
 ما یکون من مجوی ثلثہ ایہ معلوم یعنی حق تعالیٰ با شماست ہر جا
 کہ باشید شما و من نزدیک ترم بسوائے آل بندہ از شہ رگ - نیست
 از صاحب راز مگر حق تعالیٰ است - ظاہر آنست کہ حق تعالیٰ با ہم در ان
 موجودات موجود است، اما معیت او نہ چون معیت اجسام است
 بہ اجسام و نہ معیت او چون معیت جوہر است با جوہر، و نہ چون
 معیت عرض است با عرض - معیت روح با جسم معیت حق است
 با کل کائنات نہ خارج قالب است و نہ داخل، و نہ متصل، و نہ منفصا
 عوارض بہ اجسام جائے نیست و با این ہمہ ہیچ ذرہ قالب از و خالی
 نیست من عرفہ نفسہ ہمیں معنی دارد - قالب در مکان او در مکمل
 کہ لایق اوست - فاما اخبار قال علیہ السلام، قال اللہ تعالیٰ و عزتی

جلالی و وحدانیتی و حاجۃ خلقی الی و علم عرشى و ارتفاع مکانى انى استحقى
من عبدی و امتى اشیبان فى الاسلام ثم اغذبهما - و علی و ثوبان از
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کردند - قال موسیٰ علیہ السلام یا
رب اقرب انت فاناجیک ام بعید فاناجیک فانى احسن حسن صوتک
ولا اریک این انت فقال اللہ تبارک و تعالیٰ خلفک و امامک و
عن یمنک و عن شمالک انا جلیس عبدی حین یدکر و انا معہ اذا
دعانى - مکان بر سه قسم است - اول مکان جسمانیات ، و دوم مکان
روحانیات سیوم مکان اللہ تعالیٰ - اول بر سه قسم است این است -
مقام جسمانیات کثیف زمین است و مزاحمت مضایقت در و ظاہر
است تا یکے فراتر نشود و دیگرے بیشتر نشود و بجائے اونہ نشیند -
قرب و بعد در و معلوم ، این نزدیک است و او دور - دریں مکان از
جائے بجائے شدن ممکن نبود الا بہ تفتید - دوم مکان جسمانیات لطیف ،
مکان باد است - دریں ہم مزاحمت است - دلیل آن کہ ، بادے کہ
درخانہ است تا آنکہ از منفذے بیرون نشود ، بادے دیگر نتواند آمد -
اگر درخانہ است فہم نشود انبار آن - ہرچہ در آن مکان ہما ہے تو ان
رفت ، دریں مکان بہ ساعته - آواز ہا ہم چنین فرض کند - اما مکان
جسمانیات اللطف مکان انوار صورے است - آفتاب و ماہتاب در
حال بہ مشرق و مغرب نرسند ، دریں حال نور بہ مغرب برسد اما چوں بہ مکان
بوئے جز تدتے بہ مغرب نہ رسیدے کہ نور مکان دیگر ندارد و جز مکان باد
درخانہ برود بے آل کہ بیرون رود نور شمع ازخانہ - پس معلوم شد کہ نور
را درخانہ مکانے است لطیف تر از مکان باد دیگر ہاں کہ حقیقت

آتش حرارت و خاصیت آل احتراق داشته - آب ضد آلت و اجتماع ضدین محال - پس بدان که درین مکان در آب گرم آتش هست پس آتش را مکانی است در آل غیر مکان آب و الا اجتماع ضدین باشد چون آل دانستی ، بدان که درین مکان مزاحمت و مضایقه نیست - دلیل آل که اگر شمع را در خانه در آری ، نور او در همه دیوار خانه برسد - و اگر چند شمع دیگر در آری ، نور او هم در یک مکان جمع نشود بے آل که نور شمع اول بیرون رود - قسم دوم مکان روحانیات هر چند ایشان مکان شال لطیف تر - روحانیات سه قسم اند - روحانیات ادنی چنان که ملائکه زمین و دوزخ و دریاها و کوه ها - روحانیات اوسط چنان که ملائکه آسمان درین هر دو روحانیات سمرانگشته از مکان خود پیشتر نشوند ، و اما انالہ مقام معلوم ، یعنی نیست از مایه بیکی مگر که اورا جلی است معین - اما روحانیات اعلیٰ که مقربان حضرت اند و ایشان را را لطائف بے حد است - اگر خواهند بر ملائکه ادنی بگذرند کس ایشان را نه بنید از غایت لطافت از دیوار هم چنان در آیند که از در و درنگ صخره در روند - و در اہلیت ایشان نوعی است از بعد و ایشان را حاجت است - اما روح انسانی از همه لطیف تر است حاجت نیست - زیرا که متصل خابج است نہ داخل و نہ ساکن است و نہ متحرک - در لحظه از عرش تا اثرنی برسد و آل که اگر روح بہ مبالغت بدولت ریاضت قوت گیرد تواند کہ قالب کثیف را بگذارد - و جسمانیات لطیف رساند کہ یک ساعت دو بلہے راه برود - و اگر قوتش بیشتر باشد بہ مکان جسمانیات لطف برسد - و او اگر در آب رود تر نشود زیرا کہ او در مکان آتش

می رود، آنجا آب نیست، و بیک نفس او به مشرق و مغرب برود و لے
 مہوز از آگینہ جسمانیات نگزشتہ . و اگر مکان روحانیات برسد در آتش
 نسوزد، زیرا چہ در مکان روحانیات آتش نیست و آل کہ دوزخ نسوزد،
 این معنی است ہم چنان اندیشہ تو میان آتش برود و بروں آید -

لقد سمعت اونا دیت حیا
 ولكن لاحیاء لمن انادی
 بنا لو نفخت لها اضواءت
 ولكن کنت ینفخ فی الرماد

زمان بر سه نوع است - زمان جسمانیات و زمان روحانیات و
 زمان حق تعالی - اول بر دو قسم است زمان جسمانیات کہ از حرکات افلاک
 خیزد - چنانچہ دی و امروز و فردا، درین زمان ماضی و حال و مستقبل است
 در زمان مضائقہ نمی باشد و اجتماع ہر سه محال - دوم جسمانیات لطیف
 و این زمان بزمان آنچه کار جسمانیات کثیف است بہ ہزار سال ایشان
 را بیک نفس باشند درین زمان مضائقہ نیست - و ماضی آل جزا زل نیست
 و مستقبل این جزا بدنہ - درین ہزار سال گزشتہ با ہزار سال آیندہ
 برابر است چنان کہ شب و روز - فرمود را بیت یونس بطن الحوت چند ہزار
 سال بود فرمود را بیت عبد الرحمن یدخل الجنة و این بعد ہزار سال خواهد
 بود - بہ زملنے رسیدہ بود کہ ہزار سال آیندہ یک حالت او بود - ہزار
 روح انسانی را ہزار قالب بہ زمان جسمانیات کند تا روزے چند آل کار
 تو ال کرد دیگر بسالے خضر گیا ہے را از باغ بکنند - این معنی بود - گفت
 یک شب مارا از ما بستند و جملہ اورا در برفقت، چوں باز آمدیم

ہنوز موئے روئے ما از آب وضو تر بود و از یاران ما کسے نیست کہ
 بیک نفس صد بار فراتر حرف این آیت بر خواند سیکے اصحاب جنید در حلبہ
 در رفت، درے پیدا شد از ان طرف شدہ بہ ہندوستان رفت، آنجا
 زن کرد و فرزندان زاد و سالہا بماندہ پس خود در آب در آمدہ چون
 سر بر آورد، جامہ خود را دید کنارہ نہادہ۔

اقتباس

از فصل الخطاب لوصول الاحباب الفارقین الخطاب والصواب

تصنیف خواجہ محمد پارسا متوفی ۱۸۶۵ھ

نسخہ خطی خانقاہ سراجیہ گنڈیاں ضلع میانوالی پاکستان

من کلام بعض العرفاء ایضاً ہمہ فی تحقیق لمکان والزمان

فی معرفتہ المکان

بداں کہ یک قسم مکان جسمانیات است و یک قسم مکان روحانیات ،
 و جسمانیات یا کثیف است یا لطیف یا الطف . مکان جسمانیات کثیف ،
 زمین است و مزاحمت و مضاہقت او ظاہر است . تا یکے فراتر نشود و یکے
 بجائے او نتواند نشست . و بعد و قرب در و معلوم است نیشاپور مثلاً نزدیک تر
 است و بغداد دور تر . دریں مکان از جائے بجائے شدن ، بنقل اقدام
 و قطع مسافت بود . اما مکان جسمانیات لطیف مکان باد است . دریں مکان
 نیز مزاحمت است . یا بادے کہ درخانہ باشد از منفذے بیرون نشود یا بادے
 دیگر دران نتواند آمد . لیکن ہر مسافتے کہ بہ مدت دراز در مکان جسمانیات
 کثیف تواند رفت بہ مدتے کوتاہ در مکان جسمانیات لطیف تواند رفت .
 مرغ چوں دریں مکان می پرد بہ سلعتے چندال رود کہ بہ مدتے دراز
 بر زمین نتواند رفت و ایں مکان جسمانیات لطیف را ہم بعد مسافت بہت

جہاں کہ اگر در مکان بادخواہند تا مرغ از مشرق بہ مغرب رود مدتے باید کہ اما مکان جسمانیات لطف مکان انوار صورتے است، چون نور آفتاب و ماہتاب و ستارگان و آتش مانند آں۔ و ہر چہ در مکان جسمانیات لطیف دور است در مکان جسمانیات لطف نزدیک است۔ و برہاں ہی آنت کہ چون آفتاب سر از مشرق بر زند ہم در حال نور او بہ مغرب رسد بے درنگ و نور آتش و غیر آں ہمیں حکم دارد تا بدانجا کہ منقطع شود۔ برہاں دیگر بری آنت کہ چون شمع در خانہ بری کہ پُر باد است، نور شمع در خانہ منتشر شود بے آنکہ با دریا بیرون باید شد۔ پس بدانستہ کہ نور را در میان باد مکان دیگر است، لطیف تر از مکان باد کہ ہرگز باد در آن مکان نتواند رفت بہ سبب کثافت و نہ نیز نور در مکان باد نتواند رفت بسبب لطافت، بر تقدیر خلومکان باد۔ ولیکن از غایت قرب این در مکان بیک دیگر از یک دیگر تمیز نتوان کرد۔ و باز شناختن این جز بہ برہاں عقلی و مکاشفات قلبی و مشاہدات ستری و معانیات روحی صورت نہ بندد و مثال دیگر یہ فہم نزدیک تر آنت کہ بگوئیم آتش ضد آب است بہ طبیعت و جمع شدن آب و آتش در یک مکان اجتماع ضدین است۔ و این اجتماع واقع نیست۔ چون این دانستی کہ در آب سوزاں آتش موجود است و آں آتش است کہ دست می سوزد نہ آب۔ آتش را در میان آب مکانے دیگر است جز مکان آب۔ و در مکان آب آتش نیست و در مکان آتش آب نیست از بہر آنکہ آب و آتش در یک مکان جمع نشوند تا اجتماع ضدین لازم نیابد۔ اما این در مکان بہ یک دیگر بغایت نزدیک است۔ ایچ جزوے از آب سوزاں نیست کہ توان گفت کہ این

آب دست بے آتش، یا این آتش است بے آب۔ از غایت قرب این دو مکان بیک دیگر از یک دیگر تمیز نتوان کرد۔ و نہ متصل توان گفت و نہ منفصل۔ و چون این مکان جسمانیات الطیف معلوم کردی بدان کہ درین مکان مضالفت و مزاحمت نیست بخلاف مکان جسمانیات کثیف و لطیف چنان کہ گذشت و برہان این است کہ اگر یک شمع در خانہ داری نور آل شمع بہ ہمہ زوایائے خانہ و ہولے خانہ برسد و اگر صد شمع دیگر داری انوار ہمہ در یک مکان جمع شود بے آنکہ شمع اول را بیرون باید برد۔ و بدان کہ این مکان را نیز بعد است و مسافت، از بر لے آل کہ نور آفتاب از حجب کثیف در نتواند گذشت۔ و چون بعد مضطر شود منقطع گردد۔ اما امکنہ روحانیات، انواع آل بسیار است ہر چند روح لطیف تر مکان اول لطیف تر۔ و حاصل او بہ چہار نوع باز گردد۔ اول ملائکہ کہ موکل اند بریں زمین و زمین ہائے دیگر کہ فرود زمین است و فرشتگان کہ بر دیا ہا و کوہ ہا و صحرا ہا موکل اند از بہر ترتیب و انتظام عالم سفلی۔ و روش ایشان در صعود تا آسمان اول بیش نیست از انجا البتہ درنگزرد اگرچہ قدرت گذشتن دارند۔ ولیکن از راہ ترتیب ایشان را بداشتہ اند۔ ہرگز یک سرانگشت بیرون نشوند۔ و ما منا الالہ مقام معلوم۔ و درجات و مقامات ایشان تفاوت بسیار است۔ ولیکن ہمہ را در درجہ اول شہدہ شد تا سخن دراز نشود۔ درجہ دوم ملائکہ آسمانہا اند و اہل ہر آسمانے برہماں باشند و ہم چنین حملہ عرش و حافین جول العرش کہ فرود عرش اند و تفاوت مقامات ایشان را نیز نہایت نیست۔ و اما روحانیات اعلیٰ کہ در درجہ سیوم اند مقربان حضرت ربوبیت اند۔ و از راہ تفاوت صفات و مراتب

ایشان را نیز نہایت نیست و مقامات ایشاں در عوالم غیبی است و ایشاں قوی لطیف اند و لطافت ایشاں تا بحدے است کہ اگر خواہند کہ خولشیں را از مکان ملائکہ کہ فرود ایشاںند باز پوشند کہ ہیچگونہ ایشاں را نتوانند دید از فرط لطافت در آیند از دیوار ہچنای کہ از در - و امکانہ ایشاں ہم نوع است از بعد - از ہر آں کہ ایشاں را بہ حرکت حاجت است - اگرچہ بیک چشم زدن بہ مقصد رسند ، اما حاجت بہ حرکت منافی کمال ایشاں است درجہ چہارم درجہ ارواح است - و درجات ارواح ہم متفاوت است بہ حسب تفاوت ارواح در لطافت روح انسانی راست و این روح بہ نہایت لطیف است - و ہیچ مخلوق بہ لطافت بدرجہ او نہ رسد و ہیچ ذرہ از عرش تا تحت الثریٰ از دور نیست و او را بہ حرکت ہیچ حاجت نیست ہر کجا بگوئی بیابی - و او نہ متصل است و نہ منفصل ، و نہ داخل و نہ خارج ، و نہ متحرک ، و نہ ساکن - و این ہمہ بہ براہین عقلی معلوم است و براہین عقلی کسے را بکار آید کہ مکاشفات قلبی ، و مشاہدات سری - و معانیات روحی ندارد - چون آفتاب معرفت طالع گشت بہ چرخ عقل حاجت نیفتد - روح انسانی چون بہ کمال رسد ، قالب را بہ مکان روحانیت کشد - در آتش شونند و نسوزند - و در دوزخ در آیند از بہر راستی وعدہ و ان منکم الا وارد ہا و بیرون آیند - و از دیوار در آیند چنان کہ از در و خود را از چشم ہر کس خواہند پوشند - و این ہمہ ممکن است و ہست و خواہد بود - اما ممکن نیست و صورت نہ بندد - و روانی باشد کہ حق سبحانہ تعالیٰ در چیزے ازین امکانہ جسمانیات و امکانہ روحانیات کہ یاد کردیم فرود آید یا بدال پیوند دیا برابر آں باشد - ہیچ مخلوقے بہ علوم کانت او در درجہ

قرسیت ادجل جلا و علا برسد - ہو سبحانہ مقدس عن کل مالایلیق بجلالہ من
النقائین الکوئیہ مطلقا و من جمیع ما بعد کما بالغیبہ الی غیرہ من الموجودات
مجروہہ کانت او غیرہ مجردة و ہو سبحانہ تعالیٰ و کمالاتہ الذاتیت علی کل
کمال یدرکہ عقل او فہم او خیال - ذات مقدس بے چونس از نسبت
زمان و مکان بری و متعالی است و صفات پاکش از شائبہ تشبیہ و
تمثیل عاری و خالی است -

ذات او نزد عارف و عالم
برتر از ما و کیف از ہل و لم
پاک از انہا کہ غافلان گفتند
پاک تر از آنچه عاقلان گفتند

و آل چہ در حدیث وارد است بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول اللہ تعالیٰ و عزتی
و جلالی و وحدانیتی و فاوہ خلقی انی و استوانی علی العرش و ارتفاع مکانی انی
استی من عبیدی و امتی یشیبان فی الاسلام ان اغذ بہما و آل چہ در حدیث
دیگر وارد است من قول صلی اللہ علیہ وسلم ليقول اللہ تعالیٰ و عظمتی و
جلالی و ارتفاع مکانی لا یدخل الجنۃ احد و قلبہ منظم و غیر آن احادیث
کہ عبارت ارتفاع مکانی در آنجا آید است آل مکانی بے مکانیت
و آل ارتفاع اشارت است بہ علو ذاتی و رفعت مکانت و تقدس ذاتی
اشارہ بہ آل رفعت است قال اللہ تعالیٰ رفیع الدرجات ذوالعرش
الآتیہ - مثال معیت روح با جسد مثال معیت حق است سبحانہ با کل
کائنات - من عرف نفسه فقد عرف ربه - بروح از اعراض و اجسام چون
دخول و خروج و اتصال و انفصال و غیر آن جائز نیست فکیف برحق

سبحانہ - وفي کلام بعض العرفاء وايضا رحمهم اللہ - قالب آدمی مرکب است
 از چهار عنصر متضاد خاک و باد و آّب و آتش - و این هر چهار در قالب
 بحقیقت جمع اند - مکان خاک در قالب ظاہر است و عیان - و در خاک
 آب را مکنے دیگر است لطیف و لائق لطافت آب - و درین آب باد
 را مکنے دیگر است لطیف تر از مکان آب - و درین باد آتش را مکنے
 دیگر است لطیف تر از مکان باد - و روح باہمہ ذرہا و قالب بحقیقت موجود
 است بے حلول - در مکان حلول و انتقال از عوارض اجسام است و
 یا بیچ چیز از عوارض اجسام بروح جائز نیست - پس ہم چنین می دان کہ ذات
 مقدس رب العالمین جل ذکرہ و لا اله غیرک باہمہ ذرہا آفرینش بحقیقت
 موجود است بے حلول و اتصال و انفصال بے مماست و بے محاذات
 باہمہ بے ہمہ از ہمہ دور و بہمہ نزدیک نہ متصل و دور نہ منفصل - رہے
 نزدیکی و دوری - رہے حاضری و غایبی بندہ - رہے جمال باکمال و
 تابینائی بندہ - رہے ناگزاراں در میان دل و جاں رہے حاصل دل و دل
 از بے حاصل - در حدیث الہی است - لم یسعی ارضی ولا سمانی و سعیتی قلب
 عبد المؤمن انا جلیس من ذکرنی و انا معه اذا دعانی - و عن ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ
 قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ليقول اللہ عز وجل انا مع عبیدی ما ذکرنی
 و تحرکت بی شفتاہ اخرجہ فی الشرح السنۃ باسناده عن الازراعی باسناده
 عن ابی ہریرۃ الحدیث وفي کلام بعض العرفاء وايضا رحمهم اللہ فی قولہ سبحانہ الرحمن
 علی العرش استوی - بادشاہاں صورت را حرم خاص باشد و بارگاہ عام کہ خواستہ
 را خلعت آنجا بخشند و مجرماں را سیاست آنجا کنند و ترتیب نظام مملکت
 درین بارگاہ عام بود - و در حرم بادشاہی جز خاصان را بار نبود عرش مجید

بارگاہ عام است مر بادشاہ بادشاہاں راجل ذکرہ و لفظ استوی اشارت
 است بہ دوام ظہور بے احتجاب - آفتاب ہمارہ طالع است در نیم روز
 وغیر نیم روز ولیکن و محتاجاں بہرہ از نور او در وقت استوارنوا میر
 بگیریںد۔ استوار امثال بیش ازین نتوان گفت و لہ المثل الاعلیٰ و رراہ
 این جز ذوق و مشاہدہ نیست۔ و در حرم خاص جز انبیا و اولیا را بار
 نیست۔ حلا حقیقت آنجا پوشانید۔ بادشاہ عالم جل ذکرہ غیور است
 اسرار صمدیت بایہج جا حد و معاند در میان نہ نہد۔ و چون بادشاہ عالم
 تعالیٰ و تعظم بہ بندہ خیرے خواہد اورا بخود آشنا و تقرب خودش بنا
 گرداند۔ و نہاک مالا عین رات و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر
 واللہ سبحانہ الموفق۔ فی کلام بعض کبار العارفین رحمہم اللہ ما تم الارسم
 فما تم الاجسم و لکن الاجسام مختلف النظام فمنہا الارواح اللطائف
 ومنہا الاشباح الکثائف ومن لا یقلہ مکان لا یقیدہ زمان ا حیل اساس
 امرک کلہ علی الایمان و التقویٰ حتی یتبیتن لک الامر و ایاک ان یخندع
 فان اشبہ ما نظر الالبصیر البراہین و فی کلام بعض العرفاء۔ ایضا رحمہم اللہ فی
 معرفتہ الزمان و معرفت معنی قولہ سبحانہ انما امرہ اذا اراد شیا ان یقول کن
 فیکون الایاتہ۔ زمان نیز زمان جسمانیات است یا زمان روحانیات۔
 نوع اول کہ زمان جسمانیات است دو مرتبہ وارد۔ اول زمان جسمانیات
 کثیف است و این زمان از حرکات افلاک خیزد۔ چنان کہ پارو ہمسال
 و دی و امروز و فردا و دنازی و کوتاہی این زمان روشن است۔ سال
 دلاز است و ماہ کوتاہ بہ نسبت پار سال۔ و درین زمان ماضی و حال و
 استقبال بود۔ درین زمان مفاہقت و مزاحمت باشد۔ مادی نہ وقت

امر در نیامد و تا امروز نہ رود فردا نیاید و مرتبہ دوم زمان جسمانیات لطیف
 است و آن زمان جنیان است۔ و ہرچہ در زمان جسمانیات کثیف دراز
 است دریں زمان کوتاہ است۔ و ہرکہ دریں زمان کار کند بر وزے چندال
 کار کند کہ ہماہے یا سالے در زمان جسمانیات کثیف نتوان کرد۔ چنان کہ شنود
 از سرعت کار جن و شیاطین و نیز فرزندان جنیان بسیار است و کوتاہ آل
 دراز۔ و این زمان را نیز ماضی و حال استقبال است۔ وی و فردا کے
 ایثاں پار و امسال آدمیان است۔ و این معنی بہ طریق قریب است نہ
 بہ طریق تحدید و بریں حجت نتوان آورد۔ اما ارباب بصائر را دریں شکے
 نہ باشد۔ و اما نوع دوم زمان روحانیات و ارواح است۔ و این
 را نیز اقسام بسیار است۔ ہرچہ در زمان جنیان دراز است و بسیار در
 زمان ملائکہ کوتاہ است و اندک۔ ہزار سال دریں زمان یک نفس باشد
 و ہرکہ دریں زمان کار کند ہزار سالہ کار بیک نفس کند۔ و دریں زمان مضایقت
 و مزاحمت نیست۔ ہزار سال گذشتہ با ہزار سال آئندہ دریں زمان جمع
 نتواند شد۔ و این زمان بہ ازل و ابد محیط نیست و نتواند بود، از بہر آن کہ
 این زمان متنہای است و متنہای بہ نہ متنہای محیط نہ شود۔ و این زمان
 ملائکہ است و بریں اقتصار افتاد، تا ترا نمودار بود۔ و بدانی کہ
 جناب مقدس جل ذکرہ کہ وجوب وجود او از سمت ہدایت و منفعت
 نہایت منترہ است۔ و ذات بے چون است از نسبت زمان و مکان
 متعالی است کہ مضیق زمان کہ از دوران افلاک خیزد۔ خبر دہندہ و
 مقدس است سید عالم صلی اللہ علی آلہ و اصحابہ وسلم در شب معراج
 از تنگ نائے زمان و مکان بیرون شد۔ و از مضیق ازل و ابد کہ مفہوم

خلق است برتر آمد، عبدالرحمن بن عوف را رضی اللہ عنہ دید و با او سخن گفت و در حال رفتن او در بہشت حقیقی نہ مجازی در حالتی کہ این حالت از راہ صورت بعد از بیجاہ ہزار تواند بود در قصہ معراج فرمودی۔ این عبدالرحمن بن عوف یدخل الجنۃ حیواً پس فرمود اورا گفتم چرا دیر آمدی۔ گفت یا رسول اللہ! سختی ہا کہ بروئے من آمد کہودکال را پیر گرداند از آن سختی ہا چناناں پنداشتم کہ پیش ترا بہرگز نہ بینم الحدیث۔ حق سبحانہ بہ یک قدرت بر ہمہ مقدرات نامتناہی قادر است بہ نسبت قدرت او سبحانہ ازل وابدکم از طرفتہ العین بنماید بمنزہ است از ماضی و مستقبل و گذشتن و آمدن و تعدد و متحد و این چاشنی عالم قدم است۔ اہل بدعت چوں از اسرار انوار الہی محبوب مانند منکر قدم قرآن شدند و گفتند۔ وانگاہ موسیٰ علیہ السلام نمود کوه طور نبود خداوند عزوجل با او چون می فرمود کہ فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی۔ اگر از مضیق زمان ہج گزشتہ بودندے و از تنگنائے عالم صورت بیک نفس باز رستہ بودندے و بہ از منہ روحانیات بہرگز ایشان را سفرے و گزرے شبہ و خیالے بہ این کسے کہ راہ ایمان بر ایشان نرودے۔ و بدان کہ اگر روح انسانی قوت گیرد و بہ انواع تعیفہ و تزکیہ در متابعت صاحب شریعت صلوات اللہ و سلامہ علیہ موصوف شود تواند کہ بزودی قالب کثیف را بہ زمان جسمانیات لطیف کشد و بروزے چندال کار کند کہ دیگرے بسالے نتواند۔ در قصہ حضرت صلوات اللہ و سلامہ علی نبینا منقولست کہ در آن صورت بندگی در یک روز آن پارہ کوه را بر کند و تک اورا زمین راست و سہوار گردانید و خاک آن

را بجائے دیگر برود۔ اسی قصہ در او آخر نوادر الاصول بطولہا منقولست و
 از شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ منقولست کہ فرمود یک شب ما از
 ماستاندند جملہ اوراد ما بر ما بر وقت و چون ما را بما زادادند، روے ما از
 آب وضو منہوز تر بود و صاحب این مقالات و حالات میگوید کہ از
 یاران ما کہے ہست کہ در کم از یک ساعت صد بار ہمہ قرآن را ختم کردہ
 است۔ حرف حرف و آیتہ آیتہ خواندہ و این حالت اورا افتادہ۔ و
 اگر روح بہ کمال برسد تواند کہ قالب را بہ زمان روحانیاں کشد و
 در یک ساعت کار صد ہزار سالہ بکند۔ و قصہ معراج سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 دریں مقام بود کہ در یک ساعت از تفصیل مملکت یکان یکان بروے عرض فرمودند
 و نو ہزار کلمہ از حق شنود و چون باز آمد لستر منہوز گرم بود۔ منقولست کہ یکے از
 اصحاب جنید قدس اللہ روحہ بہ گنارہ دجلہ رفت تا غسل کند۔ و جامہ بیرون کرد و
 در میان آب شد و ہم در دم بہ ہندوستان رفت و آنجا متاہل شد و فرزندش
 در وجود آمد و سالہا بسیار آنجا بماند۔ پس دیگر بار خود را در میان آب دید
 در دجلہ و جامہ خود ہم آنجا کہ نہادہ بود یافت و پوشید و بخانقاہ رفت و
 اصحاب را دید کہ ہماں نماز را وضومی کردند۔ و چون روندہ باین مقام
 رسید در یک سال ہزار سالہ طاعت تواند کرد۔ و ازین جا بزرگان طریقت
 قدس اللہ اراہم فرمودند یک نفس ہزار سالہ عامہ از دو آنچہ گفتہ آمد از
 اسرار زمان و مکان قطرہ ایست ازاں دریائے بیکراں و بسیار در شاہوار در
 قعر بکر بماند۔ کم من خبایا فی الزوایا۔ و بدانکہ حق تعالی تقدس ازلی وابدیت
 و سخن او سبحانہ یکے است کہ تعدد و تخدد نہ پذیرد و او از ازل بے اول و تا
 ابد بے آخر بے آل سخن مکمل است بے انقطاع۔ و جملہ مکتوبات را بیک کلمہ کن
 نیکون ایجاد کردہ است و این کلمہ را بہ ازل و ابد محیط است۔

کتابیات

- ۱- احوال و آثار عین القضاة ابو المعالی عبداللہ بن محمد المیاخی الہمدانی ڈاکٹر رحیم فرمنش طہران ۱۳۳۸ھ
- ۲- الاعلام جلد ۱-۲ خیر الدین زرکلی مصر ۱۹۲۶ھ
- ۳- المذاهب الاسلامیہ ابو زہرہ مصری ترجمہ غلام احمد حریری لاہور ۱۹۶۰ھ
- ۴- تاریخ نظم و نشر در ایران سعید نفیسی طہران ۱۳۴۸ھ
- ۵- تکمیل الاذہان شاہ رفیع الدین دہلوی گوجرانوالہ ۱۳۱۳ھ
- ۶- دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۳-۸-۱۲ لاہور
- ۷- رسالہ قشیریہ ابوالقاسم قشیری ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن اسلام آباد ۱۹۵۰ھ
- ۸- سرچشمہ تصوف در ایران سعید نفیسی طہران ۱۳۴۳ھ
- ۹- سیر الاولیاء میر خوردر کرمانی لاہور ۱۹۶۸ھ
- ۱۰- سیر الصحابہ جلد ہفتم شاہ معین الدین ندوی عظیم گڑھ ۱۹۳۳ھ
- ۱۱- شد الازار ابوالقاسم معین الدین جنید شہرانی طہران ۱۳۲۶ھ
- ۱۲- غایۃ الامکان فی درایۃ الامکان عین القضاة ہمدانی شائع کردہ ڈاکٹر رحیم فرمنش طہران ۱۳۳۸ھ
- ۱۳- غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان الامکان شائع کردہ نذر سعابری انکبیل پور ۱۹۰۵ھ
- ۱۴- فوائد الفواد حسن غلام سجزی لاہور ۱۹۶۶ھ
- ۱۵- کشف المحجوب علی بن عثمان حجوبیری داتا گنج بخش لاہور ۱۹۶۸ھ
- ۱۶- لوائح عین القضاة ہمدانی طہران ۱۳۳۸ھ
- ۱۷- معجم المؤلفین جلد ششم و سیزدہم عمر رضا کمال دمشق ۱۹۶۱ھ
- ۱۸- فقہات الالسن من حضرت القدس عبدالرحمن جاسمی لکھنؤ ۱۹۸۵ھ
- ۱۹- وفيات الاعیان جلد ہفتم ابن خلکان بیروت ۱۹۶۸ھ
- ۲۰- یزدان شناخت عین القضاة ہمدانی طہران ۱۳۲۸ھ

مولف کا تعارف

نام: _____ لطیف اللہ

تعلیم: _____ ایم اے (اردو)

مشغلہ: _____ تدریس، شعبہ اردو

گورنمنٹ کالج ناظم آباد کراچی

زیرِ طبع تصانیف: _____ غالب شخصیت و کردار،

اردو کی صوفیانہ شاعری -

ہیں ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس شہادت کے بعد صاحبی صاحب کی مذکورہ بالا دلیل میں کوئی وزن نہیں رہتا۔ جہاں تک رسالے کے نام کا تعلق ہے کہ شاہ صاحب نے اس کا نام آزما تیرہ و مکانیہ تحریر کیا ہے شاید نام لکھنا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا مقصود نہ ہو بلکہ ان کے پیش نظر موضوع اور فن کی نشاندہی ہو یعنی اس موضوع اور فن پر عین القضاة کا رسا لکھی ہے اور اس کی خصوصیت ہے ہر حال حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کی شہادت کی کسی طرح تعبیر و تاویل کی جائے یہ دعویٰ یقیناً بے جان ہو جاتا ہے کہ یہ سنی سے آبروی تک کوئی شہادت عین القضاة ہمدانی کے حق میں نہیں ملتی۔

مذکورہ بالا سطور میں صاحبی صاحب کے اس دعوے کا جواب بھی بل جالبہ جو انہوں نے شیخ تاج الدین محمود اشنووی کے حق میں دلیل آخر کے طور پر پیش کیا ہے۔

”اور (جب تک) تذکروں میں مولانا جامی سے وقیع تر شہادت ہاتھ نہیں

آئی یا سردارانِ روایات تحقیق اور گوہر شناسان آثار عتیق رسالہ غایت امکان کو بلا خوف تردید شیخ محمود اشنووی کی تصانیف میں شمار کرتے رہیں گے۔“

شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت دستیاب ہونے کے بعد جسکی صورت غیر متغیر قرار نہیں دیا جاسکتا بہر حال ”سردارانِ روایات تحقیق“ اور ”گوہر شناسان آثار عتیق“ کے لئے ایک لمحہ فکیرہ تو ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔

عین القضاة ہمدانی کے سلسلے میں صاحبی صاحب نے ایراد کا ایک اور پہلو بھی پیش کیا ہے اس ایراد کے اصل مورد ذکر فریم فرمنش اور ان کا تحقیقی مقالہ ”احوال و آثار عین القضاة ہمدانی“ ہیں سوئے ظن ویسے بھی ایک اخلاقی عیب ہے اور اس کا کوئی

لہ۔ صدر صک